مکمل ناول

www.pkdigest.com

مریم عزیز

وہ میرا نیا سویرا

خلیل جبران کہتا ہے۔

"خوش رہو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھو کہ ماضی راکھ کا ڈھیر ہے' پاؤں مضبوط رکھو حال سمندر کی ریت کی مانند لمحہ بہ لمحہ سرک رہا ہے اور آنکھیں کھلی رکھو کہ مستقبل خلا ہے۔"

اس نے کتاب بند کر کے تھوڑی کتاب پر لگا دی۔

"لوگ کہتے ہیں خوش رہو' لیکن اگر زندگی میں خوشی کا کوئی جواز ہی نہ ہو تو کیسے خوش رہو' کیسے؟"

اس نے جیسے خود سے سوال کیا اور گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ ماضی تو واقعی راکھ کا ڈھیر بن گیا تھا اور حال ریت کی طرح لمحہ بہ لمحہ اس کے ہاتھ سے پھسلتا جا رہا تھا۔ مستقبل کی طرف جانے والا راستہ بالکل تاریک تھا۔ اسے لگتا تھا وہ ایسے تاریک جنگل میں کھڑی ہے جہاں دور دور تک کوئی اپنا نہیں' وہ ہاتھ بڑھا کر کسی کا سہارا چاہتی ہے پر سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ وہ شاید ان ہی سوچوں میں گم رہتی' لیکن اپنے نام کی پکار پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"انصی! کیا بات ہے بیٹا؟"

"کچھ نہیں امی!" وہ صوفے سے اٹھ کر ان کے قریب بیڈ پر آگئی۔ "آپ سو رہی تھیں' اس لیے میں کتاب

پڑھنے لگی۔"

"میں تو کب کی اٹھ گئی تھی۔ تم آنکھیں بند کیے پتا نہیں کن خیالوں میں گم تھیں' میں نے سوچا..." وہ بات ادھوری چھوڑ کر اس کا چہرہ دیکھنے لگیں' پھر بولیں۔

"خضر کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔" اس نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا اور سر نفی میں ہلا دیا۔

"اس کا کوئی فون؟ کوئی اتا پتا؟"

"نہیں امی!" اب کے اس نے اکتائے ہوئے انداز میں کہہ کر ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکالیں۔ روبینہ بیگم نے بے ساختہ ٹھنڈی سانس بھری۔ اس سے پہلے کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہوتی' صارم بھاگتا ہوا اندر آیا تھا اور آتے ہی اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔

"پھوپھو!"

"جی میری جان!" وہ جھک کر اس کا منہ چومنے لگی۔

"پھوپھو کھانا!"

"آپ نے کھانا نہیں کھایا؟" اس نے حیران ہو کر سامنے گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں نو بج رہے تھے' جبکہ وہ سات بجے تک کھا لیتا تھا۔ "ماما کہاں ہیں؟"

"کھانا!" اس نے اقصیٰ کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس کا دوپٹہ کھینچنا شروع کر دیا۔

"اچھا میں آتی ہوں۔" وہ صارم کو گود میں اٹھا کر کچن میں آگئی۔

سارا کچن اسی طرح بکھرا پڑا تھا جیسا وہ کچھ دیر پہلے چھوڑ کر گئی تھی' صرف ایک پلیٹ کا اضافہ تھا' یعنی بھابھی کھا کر جاچکی تھیں۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کر شیلف کی طرف آگئی۔ ابھی اس نے دیگچی کا ڈھکن اٹھایا ہی تھا کہ ڈور بیل بج اٹھی اور وہ جانتی تھی کہ دروازہ اسے ہی کھولنا ہے اور آنے والے حسب توقع نبیل بھائی تھے۔ اس کے سلام کا جواب دے کر وہ حسب معمول امی کے کمرے کے سامنے رک کر انہیں سلام کرکے اور روزانہ کا جملہ "آپ کی طبیعت کیسی ہے" پوچھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

صارم بھی اپنے پاپا کو دیکھ کر کھانا بھول کر ان کے پیچھے کمرے میں چلا گیا تو وہ دوبارہ کچن میں آگئی۔

کچھ دیر بعد نبیل بھائی کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا جہاں دروازے میں نبیل بھائی صارم کو گود میں لیے کھڑے تھے۔ "اقصیٰ پلیز کھانا گرم کردو۔ تمہاری بھابھی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔"

"آپ چلیں' میں لا رہی ہوں۔"

وہ ان کے کہنے سے پہلے ہی پھلکے ڈالنے کے لیے توے کو چولہے پر رکھ چکی تھی۔

جتنی دیر نبیل بھائی کھانا کھاتے رہے' وہ صارم کے منہ میں چھوٹے چھوٹے نوالے ڈالتی رہی' کچن سے فارغ ہو کر جب وہ کمرے میں آئی' امی سو چکی تھیں اور گھڑی ساڑھے گیارہ بجا رہی تھی۔ اسے صبح سات بجے اٹھنا تھا۔ وہ آنکھیں بند کرکے بستر پر لیٹ گئی۔ تھکن اتنی تھی کہ کچھ دیر بعد وہ گہری نیند میں تھی۔

☼ ☼ ☼

"اف اتنی سردی' جوڑ جوڑ دہائی دیتا ہے۔" وہ اسمبلی سے کلاس روم کی طرف جا رہے تھے۔ جب عنبرین نے شال اپنے گرد لپیٹتے ہوئے دہائی دی' جبکہ اقصیٰ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

"قسم سے صبح کمبل سے باہر آنے کو دل نہیں کرتا اور منہ دھونا وہ تو عذاب لگتا ہے' اگر کلاس کے بچوں کا خیال نہ ہو تو تمہیں بھی کچھ نہ ہو۔"

اس کی بات پر وہ کھل کر مسکرائی تھی۔

"شکر ہے تم مسکرائیں تو ورنہ تمہاری سڑی ہوئی شکل دیکھ کر مجھے اختلاج ہونے لگا تھا۔"

اب کی بار بھی اس نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

"خدا کے لیے اقصیٰ! کچھ پھوٹ دو' میں ہی بک بک کیے جا رہی ہوں۔"

"کیا بولوں۔ تمہیں سن تو رہی ہوں۔"

"خیر چھوڑو' یہ بتاؤ آنٹی کی طبیعت کیسی ہے؟"

"ہوں اب بہتر ہیں۔"

"خضر کا فون آیا؟" اور یہی سوال تھا جس سے وہ بچتی پھرتی تھی۔ لیکن ہمیشہ بات گھوم پھر کر خضر تک آجاتی تھی۔

"نہیں۔" وہ قدرے بے زاری سے بولی۔ اس سے پہلے کہ عنبرین اس سے مزید پوچھتی وہ خدا حافظ کہہ کر اپنی کلاس میں گھس گئی۔

☼ ☼ ☼

نامانوس سے شور سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے مندی مندی نظروں سے گھڑی کی طرف دیکھا۔ جہاں شام کے پانچ بج رہے تھے۔ اس نے گردن گھما کر دائیں طرف دیکھا۔ اس کا بستر خالی تھا۔ وہ جلدی سے اٹھی' انہیں نماز پڑھتا دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا۔ باہر سے ابھی بھی شور کی آواز آرہی تھی۔ اس نے کان لگا کر سمجھنے کی کوشش کی۔

شور کچن سے برتنوں کے پٹخنے کا تھا اور ساتھ ساتھ بھابھی کے بولنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔ اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہونے لگیں۔ وہ گہرا سانس لیتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

"اقصیٰ!" ابھی وہ دو قدم ہی چلی تھی کہ روبینہ بیگم کی آواز پر رک گئی۔

"کہاں جا رہی ہو بیٹا؟"

"امی! کچن میں جا رہی ہوں۔"

"بیٹا! صائمہ کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں' اسے عادت ہے اینٹ پھینک کر لڑائی مول لینے کی۔ تم کچھ بھی نہیں کہو گی تو بھی تمہارے بھائی کو تمہیں کی بات کر کے سنائے گی۔"

امی نے تھوک نگل کر ہمیشہ کی طرح مجھے گویا سمجھانے کی طرح جتا دیا۔

"جی امی! مجھے پتا ہے۔ میں اپنے لیے چائے بنانے جا رہی ہوں آپ پئیں گی۔"

ان کے سر ہلانے پر وہ باہر نکل آئی۔ صحن میں صارم اپنی سائیکل چلا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ اسے کھیلنے کے لیے بلانے لگا تو وہ اسے آنے کا اشارہ کرکے کچن میں آگئی۔ صائمہ ایک نظر اسے دیکھ کر دوبارہ چاول دھونے لگی' تو وہ بھی خاموشی سے اپنے لیے چائے بنانے لگی۔ چاول دھونے کے ساتھ بڑبڑانے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

"پانچ لوگ کھانے والے اور ایک میری اکیلی جان پکانے والی۔ اگر بندہ بیمار ہے تو بھی کسی کو اتنی توفیق نہیں کہ مدد کر دے۔ امی کے پاس بہانہ ہے' میں بیمار اور بوڑھی عورت ہوں۔ چلو' انہیں سب معاف اور ان محترمہ کے پاس یہ بہانہ ہے۔ میں اسکول جاتی ہوں' تین بجے آتی ہوں۔ تھک جاتی ہوں اب اس میں میرا قصور ہے۔"

اقصیٰ خاموشی سے سن رہی تھی۔ اتنی غلط بیانی پر اسے منہ بند رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ چائے ابل رہی تھی۔ اس نے چولہا بند کر دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ چائے کپ میں ڈالتی باہر دروازے پر بیل ہوئی تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کچن سے باہر آگئی۔ دروازہ کھولتے ہی جو چہرہ اسے نظر آیا اس نے ایک پل کے لیے اسے ساکت کر دیا۔

"کیا بات ہے اقصیٰ! اندر نہیں بلاؤ گی؟" اسے یونہی دروازے میں کھڑا دیکھ کر بانو بیگم مسکرائیں تو وہ جیسے حیرت کے اثر سے نکل کر ہوش میں آئی۔

"سوری خالہ! السلام علیکم' اندر آئیں۔" وہ دروازے سے ہٹ کر سائیڈ پر ہو گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ دروازہ بند کرکے ان کے قریب آگئی۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ اور روبینہ کیسی ہے' سنا ہے اس کی طبیعت خراب تھی۔"

"جی بی پی لو ہو گیا تھا۔ اب ٹھیک ہیں۔" وہ ڈرائنگ روم کی طرف لے جانے لگی تو انہوں نے منع کر دیا۔

تب ہی صائمہ بھابھی نے کچن سے باہر جھانکا تھا۔ "کیسی ہو بہو؟"

"اچھی ہوں خالہ! آپ کیسی ہیں؟" دوسروں کے سامنے بھابھی کی خوش اخلاقی ایسے ہی ظاہر ہوتی تھی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت تحفہ

خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا

تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

خوبصورت سرورق | مضبوط جلد

قیمت: -/750 روپے
ڈاک خرچ: -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

www.pkdigest.com

"اقصیٰ ابھی روبینہ کے پاس بیٹھوں گی۔" ان کے کہنے پر وہ انہیں لے کر امی کے پاس آ گئی۔ وہ جو کسی سوچ میں گم تھیں ان کو آتا دیکھ کر بے ساختہ خوش ہو گئی تھیں۔ انہیں باتیں کرتا چھوڑ کر وہ کچن میں آ گئی۔ دو کپ چائے تو تھی۔ اسے کیتلی میں ڈال کر اس نے فریج سے کباب نکالے۔ کباب فرائی کر کے جب وہ ٹرالی سیٹ کر رہی تھی' تب ہی صائمہ دوبارہ اندر داخل ہوئی۔ واہ بھئی واہ! ہونے والی ساس کی بڑی خاطریں ہو رہی ہیں۔ ویسے تو میڈم سے بلا نہیں جاتا۔ چلو اسی بہانے ہی سہی آنٹی بانو شاید خوش ہو کر تمہیں رخصت ہی کروا لیں۔ کم از ایک بوجھ تو میرے سر سے ٹلے گا۔ شاباش! ایکبنٹ میں نمکو اور بسکٹ بھی رکھے ہیں' وہ بھی لے لو' شاید میٹھا کھا کر وہ کوئی اچھی خبر ہی سنا دیں۔"

اتنا کہہ کر وہ واپس مڑ گئیں۔ ان کی باتیں ہمیشہ جلتی پر تیل کا کام کرتی تھیں۔ اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اس نے سختی سے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبا کر اپنے لفظوں کا گلا گھونٹا تھا' جبکہ آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا اور پھر خود کو پُرسکون کر کے وہ ٹرالی گھسیٹتی ہوئی اندر آ گئی۔ پہلے کے برعکس اب روبینہ بیگم کے چہرے پر کافی رونق تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی ان کے قریب آ گئی۔

"میں نے فون نہیں کیا تو تم نے بھی میرا پتا نہیں کیا اور نہ میری اقصیٰ بیٹی نے۔"

"نہیں خالہ! ایسی بات نہیں۔ میں روز آپ کو یاد کرتی تھی اور امی بھی۔ بس اسکول سے آ کر اتنی تھک جاتی ہوں۔ کچھ کرنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ پھر پچھلے دنوں امی بھی بیمار تھیں بس اس وجہ سے۔"

ان کے چھوٹے سے سوال کا جواب اس نے پوری تفصیل سے دیا تھا۔ اس نے چائے کا کپ ان کی طرف بڑھایا' جس کو تھامتے ہوئے انہوں نے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"اقصیٰ بہت کمزور لگ رہی ہے۔"

بانو بیگم کے کہنے پر اقصیٰ نے بے ساختہ انہیں دیکھا' ایک عجیب سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی تھی۔ وہ شاید اس کی ہنسی کا مفہوم نہیں سمجھی تھیں' لیکن روبینہ بیگم تو اپنی بیٹی کی ہر ادا پہچانتی تھیں۔

"تمہیں پتا تو ہے اقصیٰ کتنی حساس ہے اور پھر میری بیماری کا اس نے اثر بھی بہت لیا ہے اور سارا دن اسکول کی درد سری پھر گھر کے کام۔ مرجھائے گی نہیں تو اور کیا ہو گا۔"

"یہ تو ہے میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا اقصیٰ! یہ اسکول کی جاب چھوڑ دو۔"

"جی خالہ! لیکن سارا دن گھر میں کیا کروں۔"

اس کے سوال کا ہمیشہ کی طرح ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ان کی خاموشی محسوس کر کے روبینہ بیگم کو بولنا پڑا "ثوبیہ ٹھیک ہے۔ خضر کا کوئی فون آیا؟"

"ہاں ثوبیہ ٹھیک ہے اور خضر کا تقریباً" روز ہی فون آتا ہے۔ کیوں اقصیٰ! خضر تمہیں فون نہیں کرتا؟"

استفسار پر اس کا سر نفی میں ہلا تو وہ کافی حیران ہوئیں۔

"اچھا۔ مجھے تو کہہ رہا تھا میں بات کرتا ہوں۔"

"خضر نے آنا کب ہے؟" آخر روبینہ نے وہ سوال پوچھ ہی لیا جو ان کے اور اقصیٰ کے لیے امتحان بنا ہوا تھا۔

"میں بھی اسی کا انتظار کر رہی ہوں۔ ہر بار کہتا ہے کہ اس سال' اس سال' لیکن ہر بار کوئی نہ کوئی مسئلہ ہو جاتا ہے۔ مجھے تو اب خود بھی خاص کر اقصیٰ سے شرم آتی ہے۔ میں اور خضر دونوں ہی مجبور ہیں۔ لیکن تم فکر نہ کرو' میں نے خضر سے کہہ دیا ہے۔ اب کچھ بھی ہو۔ تم اس سال ہر صورت آ رہے ہو۔ ثوبیہ اور خضر دونوں کی اکٹھی شادی کروں گی۔" انہوں نے روبینہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں تسلی دی۔ اور ایسی تسلی پر وہ دونوں سوائے مسکرانے کے اور کیا کر سکتی تھیں۔ وہ جاتے جاتے اسے بھی کافی تسلیاں دے کر گئی تھیں۔ شاید ان کی تسلیوں کا اثر تھا کہ وہ سب خدشے دماغ سے جھٹک کر سکون کی نیند سوئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اسکول میں امتحان ہو رہے تھے۔ امتحان کے بعد رزلٹ نے اسے اچھا خاصا مصروف کر دیا تھا۔ پچھلے سال اسے بیسٹ ٹیچر کا ایوارڈ ملا تھا اور اس دفعہ بھی اسے ہی یہ ایوارڈ ملنے کا چانس تھا۔ وہ اپنا کام ہمیشہ لگن سے کرتی تھی' وجہ ایوارڈ نہیں بلکہ وہ شروع سے ہی اپنے پیشے سے بہت مخلص تھی۔ دوسرا بچوں سے اسے خصوصی لگاؤ تھا۔ بچے سب کو ہی اچھے لگتے ہیں' لیکن اسے کچھ زیادہ ہی اچھے لگتے تھے۔ اس لیے نہ صرف اپنی کلاس بلکہ اسکول کے دوسرے بچوں سے بھی اس کی اچھی خاصی دوستی تھی۔

آج پیرنٹس ڈے تھا۔ وہ صبح سے ہی مصروف تھی۔ ایک ہی جگہ پر بیٹھے رہنے سے اب اسے تھکن ہونے لگی تھی۔ چند کے پیرنٹس کے جاتے ہی اس نے آنکھیں بند کر کے کرسی کی بیک سے ٹیک لگا لی۔ آہٹ پر اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا' اس کے بالکل سامنے خوب صورت سی خاتون کھڑی تھیں۔ اس کے آنکھیں کھولنے پر وہ مسکرائیں تو وہ کچھ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"سوری۔" اس کے یوں گھبرانے سے وہ مسکرا دیں۔

"مس! دراصل میں ایرج کی مما ہوں۔"

"اوہ!" ایرج اس کی کلاس کی پوزیشن ہولڈر اور فیورٹ اسٹوڈنٹ تھی۔ اس نے جھٹ کر ایرج کا رزلٹ کارڈ نکالا۔

"ایرج بہت بریلینٹ اسٹوڈنٹ ہے۔ اینڈ ویری نائس گرل۔"

اس کی تعریف پر اس کی مما کے چہرے پر فخریہ مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"یور گڈ نیم پلیز۔"

"اقصیٰ۔"

"اوہ! اقصیٰ! ایرج آپ کی بہت تعریف کرتی ہے' اس کی ہر بات میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ مجھے بھی معلوم ہو گیا ہے ایرج کی مس اقصیٰ کون ہیں' بہت اچھا پڑھاتی ہیں۔ وہ وائٹ اور پنک ڈریس میں اچھی لگتی ہیں۔ ان کی آواز بہت پیاری ہے۔"

وہ کہہ کر ہنسنے لگیں تو اس کے چہرے پر شرمیلی مسکراہٹ جھلکنے لگی۔ ثناء نے بڑی دلچسپی سے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔

"ایرج ہمیشہ فرسٹ آتی ہے' لیکن اس بار اس کی پوزیشن سیکنڈ تھی۔ ویسے بھی کچھ عرصے سے وہ کلاس میں بجھی بجھی سی نظر آئی ہے۔"

اس کی اتنی باریک بینی پر ثناء نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا' پھر سر ہلا کر خود کو بولنے پر تیار کیا۔ "دراصل کچھ ڈومیسٹک پرابلمز ہیں' میرے بھائی!" وہ جو بہت غور سے ان کی بات سن رہی تھی۔ دروازے پر عنبرین کے داخل ہوتے ہی اسے دیکھنے لگی۔

"میڈم تمہیں بلا رہی ہیں۔" اس نے پرنسپل کا نام لیا تو وہ حیران ہوتی کھڑی ہو گئی۔

"کیوں میرا مطلب ہے ابھی میٹنگ ہو رہی ہے۔"

"اٹس ارجنٹ یار! ایک بچے کو سخت چوٹ لگی ہے۔"

عنبرین کی بات سنتے ہی وہ معذرت کر کے تیزی سے باہر نکلی تھی۔ جبکہ وہ بھی حیرت سے ان کے پیچھے چل پڑیں۔ گراؤنڈ میں اچھا خاصا ہجوم تھا۔ بچے کے رونے کی آواز دور تک آ رہی تھی۔ حیرت کے ساتھ تجسس بھی تھا جو انہیں یہاں تک لے آیا تھا۔ آخر ایسا کیا ہے اس لڑکی میں جو اتنے بڑے ہجوم میں سے کوئی اس روتے بچے کو چپ نہیں کروا سکا اور اسے بلایا گیا۔

وہ ہجوم چیرتی ہوئی آگے بڑھیں۔ اقصیٰ بچے کو گود میں لیے آہستہ آہستہ اس کے بال اور گال سہلا رہی تھی اور بچے کا رونا بند ہو کر سسکیوں میں بدل گیا تھا۔ گھٹنے سے خون بہہ رہا تھا۔ اسکول کی آیا نے ڈیٹول اور کاٹن اقصیٰ کی طرف بڑھائی۔ اقصیٰ نے بچے کے کان میں کچھ کہا تو اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں۔ اقصیٰ نے بہت آہستگی سے اس کا زخم صاف کر کے اس کی بینڈیج کی تھی' اب حالات نارمل تھے۔ ہجوم چھٹ گیا تھا' جبکہ وہ ابھی تک کھڑی اقصیٰ کو دیکھ رہی تھیں۔

"بس اقصیٰ کے ہاتھ اور زبان میں لگتا ہے جادو ہے بچے تو بچے بڑے بھی گرویدہ ہو جاتے ہیں۔"

ان کے پاس سے دو ٹیچرز اقصیٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے گزریں' انہوں نے ایک دفعہ پھر سامنے دیکھا۔ اقصیٰ بچے کو لے کر پرنسپل کے آفس جا رہی تھی۔ انہوں نے بغور سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

گیارہ بجتے ہی اس کی نظریں گھڑی کا طواف کرنے لگیں۔ جوں جوں گھڑی کی سوئیاں سرکتی جا رہی تھیں۔ اس کے دل کی دھڑکن بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ جلدی جلدی برتن دھو کر وہ کمرے میں آ گئی۔ روبینہ بیگم بستر پر دراز تھیں۔ آنکھیں بند تھیں۔ اسی لیے وہ اندازہ نہیں کر سکی کہ وہ سو رہی ہیں یا نہیں۔ ریموٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔ نظریں ٹی وی اسکرین پر تھیں۔ لیکن تمام تر توجہ پاس رکھے موبائل کی طرف تھی۔ سوئیاں بارہ کے ہندسے کی طرف بڑھ رہی تھیں' اس کے ساتھ ہی دل کی دھڑکن بھی اور پھر بارہ بھی بج گئے اور ساتھ ہی موبائل نے وائبریٹ کرنا شروع کر دیا۔ اس کی بے تاب نظریں اسکرین کی طرف اٹھیں۔ عنبرین کالنگ دیکھ کر بے اختیار اس نے گہرا سانس لیا۔

www.pkdigest.com

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اقصیٰ!" اس کے ہیلو کہتے ہی دوسری طرف سے عنبرین کی گنگناتی آواز آئی تو وہ مسکرا دی۔

"تھینکس۔ تمہیں یاد تھا؟" یہ کہتے ہوئے نہ جانے کیوں اس کا لہجہ بھیگ گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا' میری سب سے پیاری اور اکلوتی دوست کی سالگرہ ہو اور میں بھول جاؤں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی محبت تھی۔ جسے محسوس کرکے اس کی آنکھوں کی نمی اور بڑھ گئی تھی۔

"اقصیٰ!" اس کی طویل خاموشی محسوس کرکے عنبرین نے اسے پکارا تھا۔

"ہوں!" اس کی آواز کا بھاری پن عنبرین نے محسوس کرلیا تھا۔

"کیا بات ہے اقصیٰ! تم رو کیوں رہی ہو' آنٹی ٹھیک ہیں؟" اس کے ذہن میں پہلی بات یہی آئی تھی۔

"ہوں' امی ٹھیک ہیں۔"

"تو پھر؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے آنکھیں صاف کرکے سامنے سوئی ہوئی روبینہ بیگم کی طرف دیکھا۔

"خضر کا فون آیا؟" اور پھر اس نے وہی سوال پوچھ لیا جو اس کی دکھتی رگ تھی۔

"نہیں۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ ہو سکتا ہے تھوڑی دیر میں آجائے۔" اسے تسلی دے کر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی' کچھ دیر بعد اس نے فون بند کردیا۔ فون بند ہوتے ہی اس نے گھڑی کی طرف دیکھا' ساڑھے بارہ بج رہے تھے اور پھر ایک اور ایک کے بھی دو بج گئے۔ وہ تھکنے لگی تو ٹی وی بند کرکے لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کیں تو آنکھوں میں جمع پانی بند پلکوں کی سرحدیں پار کرگیا۔

"کتنے بے حس ہو تم خضر!" اس نے تصور میں اسے مخاطب کیا۔ خضر جو اس کا منگیتر اس کا مستقبل تھا۔ لیکن اب اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آتا تھا۔

آج سے تین سال پہلے اس کی اور خضر کی منگنی ہوئی تھی۔ خضر آنٹی بانو کا جو روبینہ بیگم کی خالہ زاد بہن تھیں کا بیٹا تھا۔ وہ بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے تھے' ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا۔ خضر اور ثوبیہ دو بہن بھائی تھے اور ان دونوں سے اس کی دوستی تھی پھر پتا نہیں کیسے خضر کی طرف سے یہ دوستی پسندیدگی میں بدل گئی۔ اس کی باتوں اور نظروں دونوں کا انداز بدلنے لگا۔ وہ جو بے دھڑک اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات تو کیا بحث بھی کرلیتی تھی۔ لیکن اب بات تو دور کی بات اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے جھجک ہوتی تھی۔ نبیل بھائی کی شادی کا ہنگامہ جاگ اٹھا تو تیاریوں میں اتنا الجھی کہ کچھ عرصے کے لیے سب بھول گئی۔

وہ نبیل بھائی کی مہندی کا دن تھا' پیلے کپڑوں چمکتے چہرے کے ساتھ گلاب کی پتیوں کا تھال لیے وہ باہر کی طرف بڑھ رہی تھی' جب بالکل اچانک خضر اس کے سامنے آگیا۔ اگر بروقت وہ خود کو نہ روکتی تو یقیناً اس سے ٹکرا جاتی' اپنی اس حرکت پر اس کے چہرے پر بہت دلفریب مسکراہٹ آئی تھی' جبکہ اس کی اس حرکت پر اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کو۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" اس نے اپنے چہرے پر غصہ پیدا کرنے کی کوشش کی' لیکن وہ اتنی نروس تھی کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکی۔ "خضر پلیز ہٹو۔" ہنوز سامنے کھڑا دیکھ کر اسے دوبارہ ٹوکنا پڑا۔

"ہٹ جاؤں گا' پہلے یہ بتاؤ تم مجھ سے چھپتی کیوں پھر رہی ہو؟"

"نہیں تو۔" وہ نظریں چرا کر بولی۔

"اچھا!" اس کا "اچھا" کافی لمبا اور معنی خیز تھا۔

"چلو دیر ہو رہی ہے مہمان بھی پہنچ گئے ہوں گے۔" وہ تیزی سے اس کے پہلو سے نکلی۔ جب اس نے دوبارہ آواز دے کر اسے روک لیا۔

"کچھ دنوں سے میں عجیب سا محسوس کر رہا ہوں وہ بھی تمہارے بارے میں۔" اقصیٰ کے حواس ایک دم الرٹ ہوئے تھے۔ اس کی چھٹی حس نے الارم بجایا کہ وہ جو اتنے دنوں سے محسوس کررہی ہے وہ غلط نہیں۔ "اچھی تو تم مجھے ہمیشہ سے لگتی تھیں' لیکن کچھ عرصے سے لگ رہا ہے یہ بات پسندیدگی سے زیادہ ہے۔ لوگوں کو تو سوتے میں خواب آتے ہیں' مجھے تو جاگتے میں بھی تمہارے خواب آنے لگے ہیں۔"

خضر کی بات پر اس کے جھکے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں اس خواب کو حقیقت میں بدلنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے اس خواب میں حقیقت کا رنگ بھروگی؟" اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا' لیکن اس کی کھلی آنکھوں اور چہرے پر اتنے رنگ بکھرے تھے کہ اسے اس کا جواب مل

گیا تھا۔

"تھینک یو اقصیٰ! تھینک یو ویری مچ۔ میں آج ہی امی سے بات کرتا ہوں۔" وہ جذباتی ہو کر اس کی طرف بڑھا تو وہ سٹپٹا کر پلٹی اور تیزی سے چلتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی۔ ہر طرف رنگ برنگے آنچل لہرا رہے تھے۔ اسے ہر چہرہ مسکراتا ہوا نظر آرہا تھا۔ پتا نہیں سب خوش تھے یا اس کا اپنا دل اتنا خوش تھا کہ اسے ہر کوئی خوش نظر آرہا تھا اور اگلے دن جہاں نبیل بھائی کا نکاح ہوا وہیں بانو خالہ نے خضر کے نام کی انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی۔

منگنی کے بعد اسے پتا چلا خضر اس کی کتنی پروا کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں صائمہ بھابھی کی عادتوں کا اندازہ بھی ہوا۔ خضر کبھی کبھی اس سے ملنے آجاتا تھا' اس کے جانے کے بعد صائمہ باتوں باتوں میں اس پر طنز کرتی' جس کو دیکھتے ہوئے روبینہ بیگم نے اس سے کہا کہ وہ خضر کو زیادہ آنے سے منع کردے' اتنی رکاوٹوں کے باوجود سب ٹھیک تھا' اسے یہ یقین تو تھا کہ وہ اسی کا ہے۔ اور پھر فون پر صبح شام کا رابطہ بھی تھا۔

سب کچھ ٹھیک جا رہا تھا' زندگی خوب صورت لگنے لگی تھی۔ کہ اچانک سب کچھ بدل گیا۔ وہ سردیوں کی شام تھی۔ صارم کی پیدائش کی وجہ سے صائمہ بھابھی اپنی امی کے گھر پہ تھیں۔ نبیل بھائی کا زیادہ تر وقت وہیں گزرتا گھر پر صرف وہ اور امی ہوتے۔ اب بھی وہ دونوں اکیلے تھے۔ وہ روبینہ بیگم کے لیے سوپ بنا رہی تھی' جب دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ آنچ دھیمی کرکے باہر آئی۔ دروازے میں خضر کو کھڑے دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوئی اور پھر ایک دم خوش ہو گئی۔

"تم اچانک!"

"کیوں میں اچانک نہیں آسکتا؟" وہ مسکراتے ہوئے اندر آگیا۔

"نہیں میں اس لیے حیران ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میری تم سے بات ہوئی تھی' تب تو تم نے آنے کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"توبہ کتنی تحقیقات کرتی ہو۔ خالہ کہاں ہیں؟"

اس نے کمرے کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ گنگناتے ہوئے سوپ باؤل میں ڈال رہی تھی جب خضر کے کھنکارنے پر پلٹی' وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو۔ اندر چلو' میں گرما گرم سوپ لا رہی ہوں۔"

"ایک منٹ رکو اقصیٰ! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" خضر نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر سلیب پر رکھ دی۔

"تم جانتی ہو میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟" اس کے سوال پر وہ مسکرائی۔ وہ جانتی تھی اس کی سب سے بڑی خواہش خود اس کا حصول ہے' اس سے پہلے وہ کچھ کہتی' وہ بول اٹھا۔

"امریکہ۔ امریکہ جانا میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ وہ ڈریم لینڈ جس کا خواب سب دیکھتے ہیں' لیکن وہاں جانا کسی کسی خوش قسمت کو نصیب ہوتا ہے اور تم جانتی ہو' وہ خوش قسمت میں ہوں۔"

وہ پُرجوش انداز میں کہتے اس کی طرف متوجہ ہوا پھر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ خاموش ہوا۔

"اقصیٰ! میں...!" اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بات کرنے سے روک دیا۔

"میں آج تک یہی سمجھتی رہی کہ تمہاری اولین خواہش میں ہوں' مجھے نہیں پتا تھا تمہاری زندگی میں میری اہمیت ہی نہیں۔" بات کرتے کرتے اس کا لہجہ روہانسا ہو گیا۔

"تمہیں یہ کیوں لگا کہ میری زندگی میں تمہاری اہمیت نہیں۔ تم سب سے پہلے پھر کچھ اور..." وہ اس کے نزدیک آگیا۔

"تم میرے دل کی ملکہ ہو' جبکہ میں تمہیں گھر میں بھی ملکہ بنا کر رکھنا چاہتا ہوں' بیس ہزار میری سیلری ہے۔ جس میں گھر کے اخراجات ساتھ مجھے ثوبیہ کی شادی کے لیے بھی جمع کرنا ہے۔ اپنی شادی کے لیے بھی مجھے ہی سب کچھ کرنا ہے اور پھر شادی کے بعد جب بچے ہوں گے تو ہماری ضرورتیں اور بھی بڑھیں گی' میں نہیں چاہتا تم یا ہمارے بچے چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے دل ماریں۔ میں کب سے امریکہ جانے کی کوشش کر رہا تھا' اب جب میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا ہوں تو تم... اچھا میری بات سنو۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر باہر صحن میں لے آیا۔ وہ اسے اپنے مستقبل کی پلاننگ بتا رہا تھا اور وہ چپ چاپ دونوں ہاتھ گود میں رکھے اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔

"اقصیٰ پلیز یار! کچھ تو بولو۔" اس نے گہرا سانس لے کر

www.pkdigest.com

اپنے دائیں طرف بیٹھے اس شخص کو دیکھا جو اس کے لیے سب کچھ ہو چکا تھا۔

"کب جا رہے ہو؟"

"کل۔"

"کیا؟" ایک اور جھٹکا اس کا منتظر تھا۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھر نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں۔

"پلیز اقصیٰ! رونا نہیں۔ تمہارے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ صرف تمہارے اور امی کے آنسو نہ دیکھوں۔ اس لیے میں نے تم لوگوں کو پہلے نہیں بتایا۔ صرف دو‘ تین سالوں کی بات ہے‘ پھر یہ دوری ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ میں تمہارا بن کر جا رہا ہوں اور تمہارے لیے ہی واپس آؤں گا۔"

کچھ دیر کے لیے ان کے درمیان خاموشی چھا گئی‘ پھر اقصیٰ نے خود ہی اپنے آنسو صاف کر کے خضر کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا اور وہ جانتی تھی وہ بھی رو رہا ہے۔

"خضر! تم میرے ساتھ‘ میرے سامنے ہو‘ میرے لیے یہی کافی ہے‘ تم اگر بیس ہزار کماتے ہو میں اس میں بھی گزارا کر لوں گی اور اگر تمہیں اس سے زیادہ کی چاہ ہے تو میں اس سفر میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ میں جاب کروں گی لیکن تم اتنی دور مت جاؤ‘ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ بات کرتے ہوئے پھر رونے لگی تو خضر نے گہرا سانس لیا۔

"ابھی تو جانا ہے اقصیٰ! ٹکٹ تک آ چکا ہے۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں۔ بہت جلدی واپس آ جاؤں گا‘ وعدہ۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اور جانے والے کو کون روک سکتا ہے‘ وہ بہت سے وعدے اور انتظار اس کی مٹھی میں تھما کر چلا گیا۔

دور سے کہیں اذانوں کی آواز آئی تو اس نے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا‘ اسے خیالوں میں ڈوبے اتنا وقت گزر گیا تھا کہ فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں۔

"اور خضر! تم مجھے بھول گئے۔" اس نے ایک بار پھر اسے غائبانہ مخاطب کر کے شکوہ کیا۔ لیکن اس کا شکوہ سننے والا تو وہاں تھا ہی نہیں۔

✡ ✡ ✡

جوس کا سپ لے کر اس نے گہرا سانس لیا اور غصے سے عنبرین کی طرف دیکھا۔ جو مسلسل پچھلے پانچ منٹ سے اسے گھور رہی تھی۔

"ایسے کیوں گھور رہی ہو۔ میرے کیا سینگ نکل آئے ہیں؟"

"نکلے تو نہیں‘ لیکن جس طرح تم سوجے منہ کے ساتھ پھر رہی ہو امید ہے جلد ہی سینگ کے ساتھ دم بھی نکل آئے گی۔" اس کی بات پر اقصیٰ نے برا سا منہ بنا کر دوبارہ گلاس اٹھا لیا۔

"میں نے سوچا تھا۔ آج محترمہ کا برتھ ڈے ہے۔ کوئی کیک شیک کھانے کو ملے گا‘ لیکن یہاں تو صبح سے لفٹ ہی نہیں‘ بندے کو اتنا کنجوس بھی نہیں ہونا چاہیے۔" اس کے طنز پر بھی اقصیٰ کے رویے میں کوئی فرق نہیں آیا تو اسے سیریس ہونا پڑا۔

"خضر کا فون آیا تھا؟" اور وہ جو صبح سے ضبط کر رہی تھی۔ آنکھیں یک دم جھلملانے لگیں۔ عنبرین نے بے ساختہ گہرا سانس لیا۔ اس کی سوجی آنکھوں اور اترے چہرے کی وجہ اسے معلوم ہو گئی تھی۔

"پتا نہیں عنبرین! اسے کیا ہو گیا ہے وہ ایسا تو نہیں تھا‘ اسے تو میری چھوٹی سے چھوٹی بات یاد ہوتی تھی۔ پھر میری برتھ ڈے کیسے بھول گیا۔ برتھ ڈے ہی نہیں وہ اور بھی بہت کچھ بھولنے لگا ہے۔ مجھے لگتا ہے وہ مجھے بھی بھول رہا ہے۔"

عنبرین نے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"تم پریشان کیوں ہوتی ہو اقصیٰ! ہو سکتا ہے اس کی کوئی مجبوری ہو۔"

"اب مجھے کسی بات سے تسلی نہیں ہوتی۔ زندگی عجب دوراہے پر کھڑی ہو گئی ہے۔ ایک طرف خضر کی لاپروائی‘ تو دوسری طرف صائمہ بھابھی کی زبان۔ ہمارا جینا حرام کر دیا ہے۔ اسکول سے جا کر میں اتنی تھکی ہوئی ہوتی ہوں پھر بھی اپنے لیے روٹی پکانا۔ امی کے لیے پرہیزی کھانا بنانا۔ اپنے کپڑے دھونا‘ برتن دھونا اور بھی جو کام ہو‘ وہ صرف ایک دو سبزی کی ہنڈیا پکاتی ہیں‘ صفائی کام والی کر جاتی ہے۔ امی سارا دن کمرے میں گزار دیتی ہیں‘ میں یا امی ان کے کسی کام میں دخل نہیں دیتے۔ لیکن پھر بھی انہیں مجھ سے تکلیف ہے‘ ہر وقت طنز اور خاص طور پر اگر بانو آنٹی یا خضر کا فون آ جائے...!"

آنسوؤں کا غلبہ اتنا تھا کہ بات ادھوری رہ گئی۔

"تم نبیل بھائی کو کیوں نہیں بتاتیں؟"

"کوئی فائدہ نہیں۔ انہیں صائمہ بھابھی میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی اور ان کی شکایت لگا کر میں نبیل بھائی کی نظروں میں بری نہیں بننا چاہتی۔" یہ کہہ کر اس نے خود ہی اپنے آنسو صاف کر لیے۔

"تم تو بہت بہادر ہو اقصیٰ! ان باتوں کو دل پر مت لو۔ تمہارے صبر کا صلہ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور دیں گے۔ بس خضر آ جائے‘ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

عنبرین نے اس کے شانے کے گرد بازو پھیلا کر اسے تسلی دی تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

✡ ✡ ✡

گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر روبینہ بیگم کے پاس بیٹھی بانو بیگم اور ثوبیہ پر پڑی۔ وہ مسکراتے ہوئے ان کی طرف بڑھی‘ وہ دونوں اسے سالگرہ کی مبارک باد دینے آئی تھیں۔ جہاں یہ احساس کہ ان دونوں کو اس کی سالگرہ یاد تھی‘ خوشی دے رہا تھا۔ وہیں ایک احساس درد بھی تھا‘ جس کے دم سے یہ رشتے تھے‘ اسے تو یہ اہم دن یاد بھی نہیں تھا۔

بانو آنٹی نے جب اس کی پیشانی چوم کر اسے پانچ ہزار پکڑائے تو نہ جانے کیوں اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں وہ ان کے سامنے رو کر اپنی کمزوری نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ اس لیے کپڑے تبدیل کرنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

"اقصیٰ!" اپنے پیچھے ثوبیہ کی آواز سن کر اس نے تیزی سے آنکھیں صاف کیں۔

"لو بات کرو۔" وہ اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے مسکرا کر موبائل اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ہیلو!" اس کے ہیلو کرنے پر دوسری طرف سے خضر کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" وہ اسے وش کر رہا تھا اور اس کا دل چاہ رہا تھا وہ زور زور سے رونا شروع کر دے۔

"ہیلو اقصیٰ! تم سن رہی ہو؟" اس کی مسلسل خاموشی پر وہ اسے زور سے پکارنے لگا۔

"تمہیں ثوبیہ نے یاد کروایا ہے۔" اس نے بڑے یقین سے پوچھا تھا۔ ایک پل کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی‘ پھر وہ کھنکار کر بولا۔

"سوری یار! کل تک مجھے یاد تھا۔ پھر اچانک میرے ذہن سے نکل گیا۔ آئی ایم سوری اور تم ٹھیک ہو؟" معذرت کے دو لفظ بول کر وہ بری الذمہ ہو گیا تھا۔ وہ چپ چاپ سنے گئی۔

"اقصیٰ!" اچانک وہ زور سے بولا تو وہ چونکی۔

"ہوں!"

"میں پھر کال کروں گا۔ میرے دوست آ گئے ہیں اور میں امی کو پیسے بھیجوں گا۔ تم اپنی مرضی سے کچھ خرید لینا۔"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی فون بند ہو گیا۔ وہ کتنی دیر تک فون ہاتھ میں لیے ساکت کھڑی رہی۔ کچھ ایسا تھا جو اسے لگ رہا تھا ٹھیک نہیں‘ لیکن کیا۔ اقصیٰ الجھ رہی تھی۔ تب ہی ثوبیہ اندر داخل ہوئی۔

"ہو گئی بات؟" اس کی طرف فون بڑھاتے ہوئے وہ مسکرا دی۔

"کیا کہہ رہا تھا خضر؟" اقصیٰ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک پل کے لیے اس نے سوچا کہ اس کے ذہن میں جو شک ہے اسے ثوبیہ سے ڈسکس کرے۔ آخر وہ اس کی سہیلی بھی ہے‘ لیکن خضر سے منگنی کے بعد اس دوستی میں کچھ فرق تو آیا تھا‘ اور اسی فرق نے اسے بات کرنے سے روک دیا۔

"کچھ خاص نہیں۔ تم سناؤ لائف کیسی جا رہی ہے؟" خود پر سے اس کا دھیان ہٹانے کے لیے اس نے بات کا رخ اس کی طرف موڑ دیا۔

✡ ✡ ✡

سامنے کا منظر کوئی خواب نہیں بلکہ حقیقت تھا۔ وہ دونوں عورتیں ایسے رو رہی تھیں جیسے کوئی مر گیا ہو‘ لیکن کوئی مرا نہیں تھا‘ ہاں البتہ اس کے یقین کا جنازہ ضرور اٹھا تھا۔ اس نے پرتی نظروں سے روبینہ بیگم کو دیکھا جو بالکل ساکت بیٹھی تھیں‘ لیکن آنکھوں سے پانی ایسے گر رہا تھا جیسے اب کبھی خشک نہیں ہوگا اور ان کے ساتھ بیٹھی بانو بیگم رونے کے ساتھ اسے برا بھلا بھی کہہ رہی تھیں۔

"بولو! میری طرح تم بھی اسے کوس لو۔ لیکن یوں چپ تو نہ رہو۔" انہوں نے ایک دم روبینہ بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے‘ لیکن وہ تو بس اقصیٰ کو دیکھے جا رہی تھیں جن کی نظروں کے تعاقب میں انہوں نے دیکھا تو جیسے اچانک

www.pkdigest.com

انہیں اس کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ جلدی سے اٹھ کر اس کے سامنے آگئیں۔

"اقصیٰ! میں مجرم نہ ہوتے ہوئے تمہاری گناہ گار ہوں۔ مجھے معاف کردو۔ میرے بیٹے نے جو دھوکا دیا ہے میں اسے اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔" اقصیٰ نے غور سے ان کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو دیکھا اور ایک نظر ان کے بندھے ہاتھوں کو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کے بندھے ہاتھوں کو کھول دیا اور کچھ کہے سنے بغیر باہر نکل آئی۔ صائمہ بھابھی گھر پر نہیں تھیں۔ اس لیے تماشے میں چار چاند نہیں لگے تھے۔ اس نے ڈرائنگ روم میں آکر دروازہ لاک کرلیا۔ تو جو اس کی چھٹی حس جو کہہ رہی تھی وہ صحیح تھا' خضر کی بے رخی' لاتعلقی کی وجہ یہ تھی کہ اس کی زندگی میں کوئی اور آگیا تھا۔ اس نے وہاں شادی کرلی ہے' یہ خبر سنانے والی خود اس کی ماں ہے۔ لیکن وہ پھر بھی بے یقین تھی' وہ پسندیدگی' وہ محبت کے دعوے سب کہاں گئے۔ اس نے ایک دم آنسو صاف کیے تھے اور نظریں گھما کر کچھ تلاش کیا تھا اور آخر اسے اس کی مطلوبہ چیز نظر آگئی' وہ جلدی سے اٹھ کر صوفے پر رکھے ہینڈ بیگ کی طرف آئی اور اپنا موبائل نکالا۔ اس نے خضر کا نمبر ڈائل کیا۔ ایک' دو' تین اور پھر جانے کتنی مرتبہ بیل ہوئی اور دوسری طرف سے فون کاٹ دیا گیا۔ اس سب کی توقع ہونے کے باوجود اسے جھٹکا لگا تھا۔ اگلے پل اس نے پھر نمبر ڈائل کیا۔ اب دوسری بیل پر فون کاٹ دیا گیا۔ اس نے پھر ری ڈائل کیا اور ہر بار کٹنے پر دیوانوں کی طرح ڈائل کا بٹن دباتی رہی اور آٹھویں بار اس نے فون اٹھالیا۔ وہ بولا کچھ نہیں۔ لیکن پھر بھی اقصیٰ جانتی تھی کہ وہ سن رہا ہے۔ بولنے سے پہلے ہی اس کے آنسو نکل آئے۔

"خضر! کیوں کیا ایسا تم نے۔ میرا کیا قصور تھا؟" آگے اس سے بولا ہی نہیں گیا۔ دوسری طرف بھی خاموشی ہی تھی۔

"خضر!" اس نے روتے ہوئے پکارا تو وہ بول اٹھا۔

"اقصیٰ! میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں' لیکن مجبور ہوں۔ سوزن سے میں نے شادی محبت میں نہیں ضرورت کے تحت کی ہے۔ اس کی شرط ہے میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہ ہو' وہ شکی بھی بہت ہے اور میں تمہیں دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا اور نہ ہی تمہیں اپنے انتظار میں باندھ کر رکھنا چاہتا تھا۔ تم بہت اچھی ہو اور مجھے یقین ہے تمہیں بہت اچھا جیون ساتھی ملے گا۔ مجھے احساس ہے جو میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے' لیکن اگر ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔"

صرف اتنے سے الفاظ بول دینے سے اس کے دکھ کا مداوا ہوجائے گا۔ اب تو اس نے اپنے کانوں سے سن لیا تھا پیچھے کیا بچا تھا۔ ایک آس تھی' شاید وہ کہہ دے یہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے مذاق کیا تھا' لیکن محبت ضرورت کے آگے ہار گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"اقصیٰ! میں تم سے ملنے آئی ہوں۔" اسے یہاں بیٹھے دس منٹ سے زیادہ ہوگئے تھے۔ لیکن وہ مسلسل خاموش اپنے خیالوں میں گم تھی تو مجبوراً اسے خود ہی اسے بلانا پڑا۔

"تم کچھ کہہ رہی تھیں؟" اس کے سوال پر عنبرین کا دل چاہا اپنا سر دیوار پر دے مارے۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے اقصیٰ! خود کو دیکھو کیا حال کرلیا ہے۔ کتنے دن سے لگتا ہے نہ تم نے منہ دھویا ہے اور نہ ہی کنگھی کی ہے۔ کیا ہوا ہے منگنی ٹوٹی ہے نا! کوئی آسمان تو نہیں ٹوٹا۔ لڑکیوں کی شادیاں ختم ہوجاتی ہیں' لیکن لوگ خود کو یوں برباد نہیں کرلیتے۔ اپنے لیے نہیں تو کم از کم آنٹی کے لیے سوچو۔ وہ تو جی ہی تمہارے لیے رہی ہیں' اگر تم اس طرح خود کو کمزور ظاہر کروگی تو ان کو کون حوصلہ دے گا۔ اگر انہیں کچھ ہوگیا تو؟" اس کے سوالیہ انداز پر اقصیٰ نے دہل کر اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو عنبرین! میری شادی نہیں ہوئی تھی اس سے' لیکن میرے دل پر پہلی دستک تو اس نے دی تھی۔ اس کی جگہ میں کیسے کسی اور کو دے سکوں گی۔"

"تم جتنی اچھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بہت اچھا سوچا ہوگا۔ مجھے تو یقین ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایسا ہم سفر چنا ہوگا جو صحیح معنوں میں تمہارے قابل ہوگا اور تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تم اسکول دوبارہ جوائن کرلو۔ ویسے بھی سارا اسکول تمہارے بغیر اداس ہے۔ تمہارے اسٹوڈنٹ حتیٰ کہ ان کے پیرنٹس بھی۔ وہ تمہاری چہیتی اسٹوڈنٹ اریج کی ممی نے اس دن اتنی بار تمہارا پوچھا تو مجھے یہ کہہ کر جان چھڑانی پڑی کہ تمہاری طبیعت خراب ہے۔ اس لیے تم چھٹی پر ہو۔ انہوں نے مجھ سے تمہارا نمبر اور ایڈریس بھی لے لیا تھا۔"

"ہوں!" اس نے سرسری انداز میں سنتے ہوئے بات بدل دی۔

☼ ☼ ☼

اپنے سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ کر وہ اتنی حیران ہوئی تھی کہ سلام کرنا بھول گئی تھی۔ اس ہستی کے پیچھے عنبرین کا چہرہ نمودار ہوا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہیں آپ اقصیٰ؟"

"جی ٹھیک ہوں۔ آپ اندر آئیں۔" اس کے انہیں اندر بلانے کے ساتھ عنبرین کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اریج کی ممی تمہارا پوچھ رہی تھیں۔ آج انہوں نے کہا کہ وہ تم سے ملنا چاہتی ہیں تو میں انہیں یہاں لے آئی۔" عنبرین کی وضاحت پر انہوں نے اقصیٰ کی پریشان بلکہ قدرے حیران شکل دیکھی۔

"آپ کو برا لگا میرا یہاں آنا؟" ان کے اتنے واضح سوال پر وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

"نہیں ایسی بات نہیں۔ بس وہ اچانک۔ آپ آئیں نا۔" وہ انہیں لے کر ڈرائنگ روم کی طرف آگئی۔

"میں کافی عرصے سے آپ سے ملنا چاہ رہی تھی۔ آپ تو مجھے واقعی بیمار لگ رہی ہیں۔"

"جی کچھ دن بخار رہا' لیکن اب میں ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا' جبکہ عنبرین اس دوران مسلسل مسکراتی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ تب ہی باہر سے صارم کے رونے کی آواز آئی۔

"اقصیٰ! کہاں ہو۔ سنبھالو اپنے لاڈلے کو۔ دادی' پھوپھو نے مل کر لاڈلے کی عادتیں خراب کردی ہیں' کہیں ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتا۔ اتنے مزے سے روزی اور اس کی ساس کی لڑائی کا قصہ سن رہی تھی۔"

بھابھی بولتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں' لیکن وہاں اجنبی صورت دیکھ کر ان کی تیزی سے چلتی زبان کو یک دم بریک لگا تھا۔ اریج کی ممی نے سلام کیا تو وہ وعلیکم السلام کہتی ہوئیں ان کا بغور جائزہ لیتی ہوئیں ان کے سامنے بیٹھ گئیں' جبکہ صارم بھاگ کر اقصیٰ کی گود میں آیا تھا اور اس کے مرجھائے ہوئے چہرے پر ایک دم رونق آگئی تھی۔ اس نے جھک کر اس کا منہ چوما تھا' ثناء (اریج کی ممی) نے بغور اس منظر کو دیکھا تھا اور جیسے ان کے فیصلے کو مزید تقویت مل گئی تھی۔

"یہ کون ہیں؟" بغور جائزہ لینے کے بعد صائمہ بھابھی نے اقصیٰ سے پوچھا۔

"یہ اریج کی ممی ہیں' اریج میری اسٹوڈنٹ ہے۔"

"اوہ!" صائمہ بھابھی نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا' میں اپنا پورا تعارف خود کروادیتی ہوں۔ اقصیٰ کو تو شاید میرا نام بھی یاد نہیں۔ ان کے کہنے پر وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی' واقعی اسے ان کا نام یاد نہیں تھا۔

"میرا نام ثناء ہے' میری بیٹی اقصیٰ کی اسٹوڈنٹ ہے' وہ تو اقصیٰ کی فین ہے۔ ہم بھی اقصیٰ کے گرویدہ ہوگئے ہیں۔"

"اچھا!" صائمہ نے معنی خیز نظروں سے اقصیٰ کو دیکھا جو پھیکی مسکراہٹ چہرے پر لیے صارم کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"اقصیٰ! تم نے ابھی تک انہیں کچھ ٹھنڈا گرم نہیں پوچھا۔"

"جی!" وہ صارم کو گود میں لیے اٹھنے لگی تو ثناء نے روک دیا۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے اقصیٰ! بیٹھو۔ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

"لیکن۔"

لیکن ویکن کچھ نہیں۔ آپ بیٹھو۔" ثناء کے زیادہ اصرار پر اس نے ایک نظر عنبرین کو دیکھا اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"آپ کے گھر میں کون کون ہے؟"

"جی میں' امی' میرے بھائی یہ صائمہ بھابھی اور یہ میرا بھتیجا صارم۔" اس کے تعارف پر وہ مسکرا کر بولیں۔

"آپ کے فادر؟"

"ان کی ڈیتھ ہوچکی ہے۔"

"اوہ سوری! کیا میں آپ کی امی سے مل سکتی ہوں۔" ان کی فرمائش پر وہ تینوں کافی حیران ہوئے تھے۔ اس حیرت سے سب سے پہلے صائمہ نکلی تھیں۔

"چلیں' میں آپ کو امی کے پاس لے چلتی ہوں۔ وہ دراصل بیمار ہیں۔ اس لیے زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتی ہیں' آئیں۔" وہ انہیں لے کر روبینہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھیں' عنبرین بھی پیچھے لپکی تھی' جب اقصیٰ نے ایک دم اس کا بازو تھام کر اسے روک لیا۔

"آخر چکر کیا ہے؟"

www.pkdigest.com

"کیا؟" عنبرین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یہی اریج کی ممی آخر ایسی کون سی میری ان کی دوستی تھی جو گھر تک چلی آئیں اور اب امی کے پاس۔" وہ بری طرح الجھی ہوئی تھی۔

"میں تو خود حیران ہوں۔ پرسوں انہوں نے مجھ سے تمہارا ایڈریس اور نمبر لیا تھا اور آج شاہی (اس کا اپنے چھوٹا بھائی) بھاگتا ہوا آیا۔ باجی! باہر کوئی باجی اتنی بڑی کار میں آئی ہیں۔ میں ابھی اتنی بڑی کار والی باجی کے بارے میں اندازہ ہی لگا رہی تھی کہ یہ اندر آگئیں اور تمہارے بارے میں پوچھنے لگیں اور یہ تین منٹ کی واک کے دوران جس قدر انکوائری کر رہی تھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے تمہارا رشتہ لینے آئی ہیں۔"

اقصیٰ چونکی تھی۔ پھر عنبرین اندر جانے کے بجائے اس کے ساتھ کچن میں آگئی' جب وہ دونوں ٹرالی لے کر اندر آئیں وہاں کا ماحول کافی خوش گوار تھا۔ ثناء' روبینہ بیگم کے پلنگ پر ان کے قریب ان کا ہاتھ تھامے جانے کیا کہہ رہی تھیں کہ روبینہ بیگم کے چہرے پر بڑی خوب صورت مسکراہٹ تھی' جبکہ صائمہ آنکھیں پھاڑے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"اچھا آنٹی! چلتی ہوں۔ امید ہے جلد آپ سے ملاقات ہوگی۔" روبینہ بیگم سے مل کر صائمہ کی طرف مسکراہٹ اچھال کر انہوں نے اقصیٰ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر باہر نکل آئیں۔ اقصیٰ انہیں دروازے تک چھوڑنے آئی تھی۔ دروازے کے قریب رک کر انہوں نے اقصیٰ سے کہا۔

"میں نے تمہاری امی سے ایک سوال کیا ہے' جس کا جواب تمہیں دینا ہے اور میں امید کرتی ہوں۔ وہ جواب میرے حق میں ہوگا۔"

وہ اس کا گال تھپتھپا کر باہر نکل گئیں' جبکہ وہ ہکا بکا دروازے کی خالی چوکھٹ کو دیکھتی رہ گئی۔ اندر آئی تو روبینہ بیگم' عنبرین سے بات کر رہی تھیں۔ اسے آتا دیکھ کر خاموش ہو گئیں' بظاہر خود کو لاپروا ظاہر کرتے ہوئے وہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ دل میں خاصی کھد بد مچی تھی لیکن صائمہ بھابھی کے سامنے وہ کوئی سوال نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"او کے اقصیٰ! میں چلتی ہوں' کل آؤں گی' تم بیٹھو۔" اسے اٹھتا دیکھ کر اس نے منع کر دیا۔ عنبرین کے پیچھے بھابھی اور صارم بھی باہر نکل گئے اور وہ جو انہماک سے ٹی وی دیکھ رہی تھی ان کے جاتے ہی روبینہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئی' وہ بھی جیسے اس کی منتظر تھیں۔

"جانتی ہو' وہ خاتون کیوں آئی تھیں۔ اپنے بھائی کے لیے تمہارا رشتہ لے کر۔"

یہ بتاتے ہوئے ان کے چہرے پر بے پناہ خوشی تھی۔ لیکن آگے جو کچھ انہوں نے بتایا وہ اس کے حواس کو جھٹکا دینے کے لیے کافی تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ صارم کو کھانا کھلاتے ہوئے سخت جز بز ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ صارم نہیں بلکہ صائمہ بھابھی تھیں جو سارے گھر میں گنگناتی پھر رہی تھیں اور اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ان کے گنگنانے کی آواز اور تیز ہو جاتی تھی۔ اور وہ جانتی تھی اس خوشی کی وجہ کیا ہے' یہی وجہ تھی وہ اسے سخت زہر لگ رہی تھیں۔

"خالی پھوپھو!" وہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی۔ صارم کی آواز پر چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے عنبرین اندر داخل ہو رہی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو عنبرین کی آمد اس کے لیے خوشی کا باعث ہوتی لیکن اس وقت اسے عنبرین کا آنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ہیلو گڈو مٹو!" عنبرین نے اس کے بجائے صارم سے سلام دعا کی تھی۔ اس کے بعد وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

"عنبرین! کام کی بات کرو۔" اس کے ٹوکنے پر عنبرین جو صارم سے بات کر رہی تھی۔ اسے ایک دم بریک لگا تھا۔ صارم کو اندر بھیج کر وہ اقصیٰ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا میں اس شادی سے انکار کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔"

"میں جانتی ہوں' تمہیں امی نے بلایا ہے' تو ظاہر ہی بات ہے انہوں نے انکار کی وجہ بھی بتائی ہوگی۔"

"نہیں۔" انہوں نے مجھے کوئی وجہ نہیں بتائی۔ انہیں لگتا ہے تم خضر کی وجہ سے انکار کر رہی ہو اور مجھے بھی یہی لگتا ہے' اقصیٰ! میں کم از کم تم سے اس پاگل پن کی امید نہیں کرتی تھی۔ اس خضر کے لیے تم اپنے مستقبل کو تاریک کرنا چاہتی ہو' جس نے تمہارے جذبات' پیار' کسی چیز کی قدر نہیں کی۔ کتنی آسانی سے تمہیں بتائے بغیر کوئی ٹھوس جواز دیے بغیر تمہیں اپنی زندگی سے نکال دیا۔ اس کے لیے تم اس رشتے سے انکار کر رہی ہو۔ اور ایسا کرنے سے کیا ہوگا' وہ اس انگریز کو چھوڑ کر تمہارے پاس آجائے گا؟"

عنبرین کی آواز میں غصہ ہی غصہ تھا۔ ایسا غصہ جو کسی اپنے کے لیے ہوتا ہے' پہلے تو وہ بھی غصے سے اسے دیکھتی رہی' پھر یکایک اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ لیکن عنبرین نے اسے چپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔

"تم بھی وہی سمجھ رہی ہو جو امی کو لگتا ہے' ٹھیک ہے خضر کو بھولنا میرے لیے مشکل ہے' لیکن میرے انکار کی وجہ امی کو پتا ہے۔ اریج کی ممی جو اپنے بھائی کا رشتہ لے کر آئی ہیں' اس کی نہ صرف پہلے شادی ہو چکی ہے' بلکہ ایک بچی کا باپ بھی ہے۔" اب کی بار عنبرین کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی۔

اسے یہ معلوم نہیں تھا ورنہ وہ کبھی اقصیٰ سے اس سلسلے میں بات نہ کرتی۔ اب تو سمجھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا' وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر روبینہ بیگم کے کمرے میں آگئی۔ وہ جیسے اس کی منتظر تھیں۔

"مان گئی اقصیٰ؟" انہوں نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔ وہ چپ چاپ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"آنٹی! آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ وہ ایک بچی کا باپ ہے۔" اس کے سوال پر وہ خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

تب ہی اقصیٰ اندر داخل ہوئی' عنبرین نے ایک نظر اسے دیکھ کر روبینہ بیگم کو دیکھا۔

"آنٹی! میں پوری طرح سے اقصیٰ سے اتفاق کرتی ہوں۔ آخر ایسی کیا مجبوری ہے کہ اقصیٰ کو ایک شادی شدہ ایک بچی کے باپ سے شادی کرنی پڑے' وہ خوب صورت ہے' پڑھی لکھی ہے' نیک ہے' اور کسی کو کیا چاہیے؟"

"ہاں میری بیٹی میں ساری خوبیاں ہیں' میں ماں ہوں' تم دوست ہو' اس لیے ہمیں صرف خوبیاں نظر آتی ہیں' لیکن اس کا سب سے بڑا عیب پتا ہے کیا ہے' وہ یتیم ہے' اس کے سر پر باپ نہیں جو اسے لاکھوں کا جہیز دے سکے۔ بھائی ہے' لیکن مجھے اس سے ذرہ بھر امید نہیں' یہ تب تک محفوظ ہے جب تک میں زندہ ہوں۔ ادھر میرا دم نکلا' ادھر اس کے بھائی کی نظریں بدلیں۔ مجھے یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں' یہ سب جانتی ہے۔"

انہوں نے روتی ہوئی اقصیٰ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں بیمار رہتی ہوں۔ اپنی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ خضر کے ساتھ تو مجھے تسلی تھی' لیکن اس نے۔" انہوں نے گہری آہ بھری۔ "میں جانتی ہوں وہ شادی شدہ ہے' ایک بچی کا باپ ہے' لیکن اس کی بہن بہت چاہ سے اقصیٰ کا ہاتھ مانگ رہی ہے' صرف دو بہن بھائی ہیں اور اتنے امیر ہیں کہ اقصیٰ ساری زندگی راج کرے گی۔"

"تو وہ اتنی سی دیر میں آپ کو اپنا بینک بیلنس بھی دکھا گئیں' انہوں نے اپنے شادی شدہ بھائی کی شادی کرنی ہے' جھوٹ بھی بول سکتی ہیں اور آپ نے ان کے کہنے سے یقین کر لیا۔ اگر اتنے ہی امیر ہیں تو امیر گھر میں ہی جاتے' مجھ جیسی مڈل کلاس لڑکی کے گھر آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کیسے بات کر رہی ہو اقصیٰ تم؟" عنبرین کے ٹوکنے پر اسے خود اپنے لہجے کا احساس ہوا تو وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"امی! میں نے کب دولت کی حرص کی ہے۔ مجھے تو ہمیشہ محبت اور خلوص کی چاہ رہی ہے۔ وہ آدمی جو پہلے شادی کر چکا ہے۔ وہ اپنی محبت کسی اور سے شیئر کر چکا ہے' اس کے پاس میرے لیے کیا ہوگا اور میں کیا کروں گی' ایسی دولت کا میں سے مجھے سکون نہیں ملے گا۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں۔" اس کے رونے سے روبینہ بیگم بے چین ہونے لگی تھیں۔

"اقصیٰ! میری جان تم روؤ نہیں۔ میں تمہارا برا کیسے چاہ سکتی ہوں۔ ماں ہوں تمہاری' میرا دل کہتا ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔"

ان کے لہجے میں بہت یقین تھا۔ لیکن اس نے جیسے ان کے لہجے میں اس یقین کو محسوس ہی نہیں کیا۔

"میں خوش نہیں رہ سکتی امی! میں اب کبھی محبت نہیں کر سکتی۔" وہ سر جھکائے خود کو باور کروا رہی تھی' جب اس نے عنبرین کی گھبرائی ہوئی آواز سنی' اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ روبینہ بیگم کا چہرہ بالکل سفید پڑ گیا تھا' ان کا ہاتھ سینے پر تھا۔

پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔ وہ دونوں بدحواس ہو کر ان کی طرف بڑھی تھیں۔

☼ ☼ ☼

اسے لگا کسی نے اس کا کندھا ہلایا ہے۔ اس نے بمشکل

www.pkdigest.com

اپنی دکھتی آنکھیں کھولیں' سامنے نبیل بھائی کھڑے تھے۔ وہ گھومتے سر کے ساتھ بمشکل کھڑی ہوئی تھی۔

"اقصیٰ! تم کل سے یہاں ہو اور سوئی بھی نہیں۔ تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں لگ رہی۔ تم ایسا کرو گھر چلی جاؤ۔"

"نہیں بھائی! مجھے گھر میں چین نہیں آئے گا۔ مجھے امی کے پاس رہنے دیں۔" اس نے جھلملاتی نظروں سے دوائیوں کے زیر اثر سوتی روبینہ بیگم کو دیکھا' اس کی نظروں کے تعاقب میں نبیل نے روبینہ بیگم کو دیکھا۔

"یہاں امی کے پاس بھی کسی کا ہونا ضروری ہے اور گھر میں بھی کسی کا ہونا ضروری ہے۔ صائمہ کے کتنے فون آچکے ہیں۔" وہ سوالیہ نظروں سے نبیل کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تو پھر تم رُک جاؤ۔ میں گھر چلا جاتا ہوں' کل جلدی آجاؤں گا۔"

وہ اس کے جواب میں کیا کہہ سکتی تھی۔ سر ہلا کر رہ گئی' نبیل کے جاتے ہی وہ روبینہ بیگم کے بیڈ کے قریب آگئی اور ان کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام کر ہونٹوں سے لگالیا۔ آج ان کی جو حالت تھی اس کی ذمہ دار وہ خود کو ٹھہرا رہی تھی۔ انہیں جو خدشے تھے وہ اسے تب محسوس نہیں ہوئے تھے' لیکن اب وہ انہیں محسوس کر سکتی تھی۔ صرف دو دن اور ان دو دنوں میں خود کو کتنا اکیلا محسوس کیا تھا' جب اس کی ماں کا وجود کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہوا تھا اور اگر۔۔۔ اگلی سوچ پر اس نے بے اختیار سختی سے آنکھیں بند کی تھیں' سب باتیں' سب خدشے اپنی جگہ' لیکن اس کے دل میں جو خدشے تھے ان کا کیا' اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ رشتہ اس کی زندگی میں خوشیاں لے کر آئے گا۔ اس کی سوچوں کو بریک ٹیبل پر رکھے سیل فون کی وائبریشن نے لگایا تھا۔ اس نے بڑی آہستگی سے روبینہ بیگم کا ہاتھ بستر پر رکھا اور فون اٹھا کر کونے میں آگئی' اسکرین پر نظر آنے والا نمبر انجانا تھا۔ اس نے آن کا بٹن پریس کردیا۔

"ہیلو السلام علیکم اقصیٰ! میں ثناء بات کررہی ہوں۔" دوسری طرف سے آتی آواز اور نام سن کر ایک پل کے لیے وہ خاموش رہ گئی۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے اسے پھر پکارا گیا۔

"جی کیسی ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہو اقصیٰ! عنبرین سے آنٹی کے بارے میں پتا چلا اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟"

"جی اب پہلے سے بہتر ہیں۔"

"اچھا تم کون سے اسپتال میں ہو اور روم نمبر کیا ہے؟"

"او کے میں صبح چکر لگاتی ہوں۔" اس کے بتانے پر انہوں نے کہا تو اقصیٰ نے بے اختیار گہرا سانس لے کر فون بند کردیا۔

☼ ☼ ☼

وہ دیوار سے ٹیک لگائے کب سے اپنی ماں کے مطمئن اور مسکراتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے جب وہ روبینہ بیگم کو دلیہ کھلا رہی تھی اور ان کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اِدھر اُدھر کی باتیں کررہی تھی تو وہ یوں تھیں جیسے اسے سن نہ رہی ہوں اور ابھی ثناء اور ان کے ساتھ ان کا ڈرائیور فروٹس' جوس وغیرہ لے کر اندر داخل ہوا اسے دیکھتے ہی روبینہ بیگم خوش ہوگئیں اور اب ہشاش بشاش بیٹھی اس سے باتیں کررہی تھیں۔

اس نے روبینہ سے نظریں ہٹا کر نبیل بھائی کو دیکھا جو بہت غور سے ثناء کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے نبیل بھائی کی طرف ایک کارڈ بڑھایا اور کھڑی ہوگئیں۔

"اچھا آنٹی! اجازت دیں اور جلدی سے ٹھیک ہوجائیں۔ آخر آپ دلہن کی امی ہیں۔" وہ جھک کر روبینہ سے گلے ملیں جبکہ اقصیٰ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

"اور نبیل بھائی! آپ اپنی تسلی کرلیں۔" ان کے کہنے پر نبیل بھائی نے مسکرا کر سر ہلا دیا' پھر وہ اقصیٰ کے سامنے آکر رکیں۔

"آنٹی اب ٹھیک ہیں' اتنی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں' اپنا حال دیکھو۔" اس نے اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے پر بکھرے بالوں کو سمیٹ کر کان کے پیچھے کیا۔

"آنٹی جی! اقصیٰ کا خیال رکھیں۔ یہ آپ کے پاس ہماری امانت ہے۔" اس نے مڑ کر روبینہ بیگم سے کہا' جبکہ وہ حیرت سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے اب تک کب ہاں کی تھی اور یہ بات کب طے ہوئی؟

"ہارون نے مجھے لینے آنا تھا۔ سوچا تھا تم دونوں کو ملوا دیتی' لیکن تم نے تو اپنا حال بے حال کیا ہوا ہے۔ چلو پھر سہی۔" وہ پچھلی دفعہ کی طرح اس کا گال سہلا کر باہر نکل گئیں۔ اس کے جاتے ہی اس نے روبینہ بیگم کی طرف دیکھا۔ لیکن وہ آنکھیں بند کرچکی تھیں' جس کا مطلب تھا ان سے بات نہ کی جائے۔ اسے بے حد غصہ آیا تھا۔ جس طرح ان کی طبیعت تھی وہ بات بھی نہیں کرسکتی تھی۔ آج انہیں ڈسچارج ہونا تھا اور اس نے گھر پہنچنے تک خاموش رہنے کا فیصلہ کیا۔

☼ ☼ ☼

وہ صارم کے لیے دودھ لے کر آئی تھی۔ لیکن نبیل بھائی کے کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ اس نے دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا' تبھی اسے صائمہ کی آواز سنائی دی' وہ اس کے بارے میں بات کررہی تھیں۔ لیکن جب اپنے نام کے بعد اس نے ہارون کا نام سنا تو دستک کے لیے اٹھا اس کا ہاتھ بے ساختہ اس کے پہلو میں ٹھہر گیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ان کی بات سننے لگی تھی۔

"آپ ہارون کا پتا کرنے گئے تھے؟"

"ہاں گیا تھا۔"

"تو پھر کیا پتا چلا؟" صائمہ بھابھی کی پُرتجسس آواز سنائی دی۔

"پتا نہیں صائمہ! میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا' وہ جو ثناء صاحبہ آئی تھیں ان کے حلیے سے ہی اندازہ ہوتا ہے وہ خوش حال ہیں' پھر ان کی گفتگو کا انداز سب اچھا ہے' اپنے بھائی کے بارے میں انہوں نے جو بتایا۔ وہ سب ٹھیک ہے' امی نے بھی کہا کہ انہیں یہ رشتہ نہ صرف پسند ہے بلکہ قبول ہے اور میں خوش ہونے کے ساتھ حیران بھی تھا۔ آخر اتنے امیر لوگوں کو ہم جیسے لوگوں میں کیا نظر آیا' وہ تو مجھے اب معلوم ہوا کہ وہ آدمی نہ صرف پہلے شادی کرچکا ہے' بلکہ ایک بچی کا باپ بھی ہے اور امی بھی اس بات کو جانتی ہیں' پھر بھی۔"

"ہاں تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو صائمہ؟" اب کے وہ غصے سے بولے تھے۔ "اقصیٰ کی ابھی عمر ہی کیا ہے اور اس میں کوئی عیب ہے جو اس کی شادی ایک بچی کے باپ سے کی جائے' دولت اپنی جگہ' لیکن میری بہن مجھ پر بوجھ نہیں۔"

"یہ بھی خوب کہی آپ نے' بہن' بیٹیاں بوجھ ہی ہوتی ہیں' اور عمر کی کیا بات کی آپ نے' آپ کی بہن اتنی ننھی کاکی بھی نہیں' 32 سال کی ہے اور آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں کہ جیسے آگے بہت اعلا رشتے موجود ہیں۔ اول تو مشکل سے کوئی رشتہ آئے گا اور اگر ہوگا بھی تو ایسا ہی آئے گا جو ہمارے جیسے ہوں۔ اتنا امیر تو کوئی بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی بھی ہوگا جہیز تو پورا ہی لے گا۔ کہاں سے دو گے۔ امی کو میرا خیال ہے' آپ سے زیادہ اقصیٰ سے پیار ہوگا اور جب ان کو کوئی اعتراض نہیں تو آپ کو کیا مسئلہ ہے۔"

اب کی بار نبیل بھائی کی کوئی آواز نہیں آئی' شاید وہ قائل ہوگئے تھے اور وہ جو سوچ رہی تھی ان سے دل کی بات کرے گی۔ وہ اس کے دل میں ہی رہ گئی۔

"لیکن پھر بھی ایک بار اقصیٰ سے پوچھ لیتے۔" نبیل بھائی کی دھیمی سی آواز آئی۔

"آپ کی بہن پر شاید ابھی تک خضر کا بھوت سوار ہے۔ اس لیے اس میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ابھی موجود نہیں۔ اس سے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔"

وہ چپ چاپ وہاں سے ہٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

"آخر تم ہتھیلی پہ سرسوں جمانے پر کیوں تلی ہو؟" ثناء نے حیران ہوکر ہارون کو دیکھا۔ "نہ تو میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی مجھے ضرورت ہے۔"

"پتا ہے مجھے' تمہیں ضرورت نہیں' لیکن رمشا کو ماں کی ضرورت ہے۔ اس بات کو تم مانتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں ہوتی ہے' لیکن اقصیٰ۔۔۔ بہت ڈیفرنٹ ہے۔" ثناء کے پُریقین انداز پر وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا تھا۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"انسان کو جاننے کے لیے ایک نظر کافی ہوتی ہے۔" ثناء نے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ تو اس کے عشق میں مبتلا لگتی ہیں۔" ہارون نے چڑ کر کہا تو وہ مسکرادیں۔

"تم بھی ہوجاؤ گے۔" اب کے ہارون نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر سر جھٹک کر ساتھ بیٹھے اپنے بہنوئی سے مخاطب ہوا۔

"یوسف بھائی! آپ اپنی بیوی کو سمجھاتے کیوں نہیں۔"

"یار! تم بھائی ہوکر نہیں سمجھا سکے تو میں غریب بے چارہ شوہر ہوں جو بالکل اپنی بیگم کے رحم و کرم پر ہے۔" بات کے اختتام پر وہ خود قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"میں بھی اقصیٰ سے مل چکا ہوں' وہ واقعی اچھی لڑکی ہے اور پھر تم چاہے رمشا کی کتنی بھی اچھی دیکھ بھال کرلو' لیکن جو تربیت ماں کرسکتی ہے وہ تم نہیں کرسکتے۔"

www.pkdigest.com

"بھائی جان! میں آپ کی بات سمجھتا ہوں' لیکن میری بات آپ لوگ نہیں سمجھ رہے۔ شاید رمشا کی قسمت میں ماں کا پیار ہی نہیں' ورنہ اس کی سگی ماں اسے یوں چھوڑ کر نہ جاتی۔"

یہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ بے ساختہ سرخ ہوا تھا۔ یوسف نے سوالیہ نظروں سے ثناء کو دیکھا۔

"ہارون! سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔"

"شاید!" اس نے گہرا سانس لے کر کہا۔ "لیکن مجھے عورت کے اس روپ سے نفرت ہے۔"

اس کو اپنی بیوی سے جو زخم ملا تھا اس کے بعد اس کا یہ رویہ حق بجانب تھا۔ لیکن ثناء اپنے بھائی کو یوں تنہا زندگی گزارتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"پچھلی باتیں بھول جاؤ ہارون! اپنی اگلی زندگی کے بارے میں سوچو اور مجھے یقین ہے اقصیٰ تمہیں اتنی خوشیاں دے گی کہ تم سب بھول جاؤ گے۔"

"آپ سمجھ نہیں رہیں۔" وہ جیسے زچ ہو کر بولا۔

"سمجھ تم نہیں رہے۔ اب جب شادی کی ڈیٹ فکس ہو رہی ہے' سب طے ہے' تم آئیں بائیں شائیں کر رہے ہو۔ جانتے ہو ان لوگوں کو منانے کے لیے مجھے کتنے جتن کرنے پڑے ہیں۔"

"تو آپ سے کس نے کہا تھا؟" ہارون نے غصے سے اسے دیکھا۔

"تم بھی کمال کرتی ہو ثناء!" خاموشی سے دونوں بہن بھائی کی گفتگو سنتے یوسف بھی آخر بول پڑے۔ "تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے ہارون کو کوئی رشتہ نہیں ملنا تھا۔ ایک سے ایک حسینہ دل ہاتھ میں لیے ان کی راہ میں کھڑی تھی۔"

یوسف نے شرارت سے اپنے سالے کو دیکھا' تو ثناء بھی مسکرا دیں۔ "میں جانتی ہوں میرا بھائی ہے ہی شہزادہ۔ لیکن وہ سب فیشن کی ماری اپنے آپ میں مگن' اگر ان میں سے کسی کا انتخاب کیا جاتا تو ان کا مقصد صرف ہارون اور ہارون کی دولت ہوتا۔ ان میں سے کوئی رمشا کو ماں کا پیار نہیں دے سکتا تھا۔"

"اور یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ جس لڑکی کا آپ نے انتخاب کیا ہے' اسے میری دولت کی چاہ نہیں۔ اور وہ رمشا کو ماں کا پیار دے گی۔ وہ ان میرڈ ہے' خوب صورت ہے' ایجوکیٹڈ ہے' تو اس کی کیا مجبوری ہے کہ مجھ سے جو پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچی کا باپ ہے۔ اس سے شادی کرنے کو تیار ہو گئی ہے۔" ہارون اپنے سوالوں کے لیے حق بجانب تھا۔

"میں نے کہا نا! میں نے کس طرح اقصیٰ کی والدہ کو تیار کیا ہے یہ میں ہی جانتی ہوں۔ اس کی والدہ بیمار ہیں' قادر کی ذہنیت ہو چکی ہے' اس کی امی اپنی زندگی میں اس کی شادی دیکھنا چاہتی ہیں' بس یہ بات ہے۔"

وہ قائل تو نہیں ہوا تھا' لیکن اس کا فون آ گیا تو وہ معذرت کر کے اٹھ گیا' جبکہ ثناء پُرسوچ انداز میں اسے جاتا دیکھتی رہیں۔

☼ ☼ ☼

"مس اینجل سے لگتا ہے تمہاری شادی ہو رہی ہے' بلکہ لگتا ہے تمہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی ہے' اقصیٰ! خدا کے لیے اپنی حواس باختہ شکل پر کوئی رونق لے آؤ۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے میں تمہیں اغوا کر کے لے کر جا رہی ہوں۔" وہ اس کے ساتھ چلتی مسلسل بول رہی تھی۔ لیکن اقصیٰ کی گھبراہٹ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"خدا کے لیے عنبرین! خاموش ہو جاؤ' میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔"

"وہ تو نظر آ رہا ہے' اس لیے پوچھ رہی ہوں کیوں پریشان ہو؟"

"آخر ثناء جی نے ہمیں اس شاپنگ مال میں کیوں بلوایا ہے۔"

"یہ شاپنگ مال ہے نا! یہاں لوگ شاپنگ کرنے آتے ہیں تو انہوں نے بھی شاپنگ کے لیے بلوایا ہو گا۔"

ابھی اقصیٰ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ دوسری طرف ثناء تھیں' اس نے ثناء کو اس شاپ کے بارے میں بتایا جہاں وہ اور عنبرین کھڑے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ ان کے سامنے تھیں۔

ثناء نے اس کے لیے اچھی خاصی شاپنگ کی تھی اور ہر جوڑا اتنا مہنگا تھا کہ وہ دیکھ کر حیران تھی۔ چلتے چلتے وہ وقتاً فوقتاً اپنے موبائل پر میسج — کر رہی تھیں۔ پھر وہ انہیں لے کر جیولر کی شاپ میں آ گئیں۔ انہوں نے کھڑے کھڑے لاکھوں خرچ کر دیے تھے۔ عنبرین اس کی قسمت پر رشک کر رہی تھی۔

"کیا خیال ہے' اب کچھ کھانا نہ لیا جائے؟" ساری خریداری کے بعد ثناء نے ان دونوں سے کہا تھا۔

"نہیں۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" اقصیٰ نے جلدی سے کہا۔

"کیوں اقصیٰ کیا ہوا! لگتا ہے تمہیں شاپنگ پسند نہیں آئی؟"

"نہیں ایسی بات نہیں' سب بہت اچھا ہے' لیکن وہ امی کی وجہ سے کہہ رہی ہوں' وہ انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"کوئی بات نہیں' میں خود چھوڑ آؤں گی' یہاں کچھ دیر کے لیے کچھ لے لیتے ہیں۔" ان کے حتمی انداز پر وہ دونوں مزید کیا کہہ سکتی تھیں۔

اپنا آرڈر دے کر ابھی وہ ٹیبل پر آئے ہی تھے جب ثناء مسکرا کر کھڑی ہوئی تھیں' ان کے اٹھنے پر اقصیٰ نے تعجب سے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا' جہاں ایک ہینڈسم سا آدمی کھڑا تھا۔ اس کا دھیان ان کی طرف نہیں تھا۔

"آپ نے اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلوایا ہے؟" وہ ثناء سے پوچھ رہا تھا۔

"تمہیں کسی سے ملوانا تھا۔" ثناء مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ہارون! یہ اقصیٰ ہے اور اقصیٰ یہ ہارون۔"

ان دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل اقصیٰ کی نظر اپنے پاؤں پر ٹک گئی تھیں' وہ اب کہاں دیکھ رہا تھا اسے کچھ خبر نہیں تھی۔

"اور یہ عنبرین' اقصیٰ کی بیسٹ فرینڈ۔ میں نے سوچا شادی میں کچھ دن رہ گئے ہیں' ایک دوسرے کو کم از کم دیکھ تو لیں' یہ نہ ہو شادی والے دن ایک دوسرے کو دیکھ کر بے ہوش ہو جائیں۔"

ثناء کی بات پر وہ اور عنبرین قہقہہ لگا کر ہنس پڑے' جبکہ وہ اتنی نروس تھی کہ دل چاہ رہا تھا یہاں سے ایک منٹ میں غائب ہو جائے۔

"اقصیٰ! اگر تمہیں ہارون سے کوئی بات پوچھنی ہو تو پوچھ لو۔" اسے خود احساس ہو رہا تھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا ہے' جبکہ کانوں کی لوئیں جلتی محسوس ہو رہی تھیں۔

اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تو ثناء نے بازو اس کے گرد پھیلا کر اسے ساتھ لگا لیا۔

"اقصیٰ بہت شائے ہے۔ ہارون! تم ہی کوئی بات کر لو' میں اور عنبرین دوسری ٹیبل پر چلے جاتے ہیں' اور اقصیٰ کی جان ہوا ہونے لگی۔

"ناٹس او کے۔ آپ سے مل کر خوشی ہوئی' بٹ آئی ہیو ٹو گو' مجھے آفس میں ضروری کام ہے۔ سوری۔ او کے ثناء! چلتا ہوں۔"

اس نے پتا نہیں کس سے خوشی سے ملنے کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اس کے جاتے ہی اقصیٰ نے گہرا سانس لیا۔ ثناء نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

"اب چلیں' بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"ہاں چلو۔" اب کی بار ثناء نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اقصیٰ اور عنبرین کو چھوڑ کر جب وہ گھر کی طرف جا رہی تھیں ان کے چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔

☼ ☼ ☼

"ہارون بھائی کا کوئی فون آیا؟"

وہ جو اپنے کپڑے پیک کر رہی تھی حیرت سے عنبرین کو دیکھنے لگی۔

"تم سے انہوں نے کہا تھا کہ وہ فون کریں گے؟" عنبرین جو شرارت سے اسے دیکھ رہی تھی اس کا جواب سن کر مسکرا دی۔

"کہا نہیں تھا تو کیا ہوا فون بغیر کہے بھی آ سکتا ہے۔"

"نہیں آیا۔" وہ غصے سے بولی۔

"لگتا ہے بڑا افسوس ہو رہا ہے۔" وہ کام چھوڑ کر ایک دم سیدھی ہوئی۔

"عنبرین! تم مجھے تنگ کرنے آئی ہو۔" وہ جھنجلائی۔

"تنگ کرنے نہیں صرف تمہارا جائزہ لینے آئی تھی۔ مذاق ایک طرف' مجھے صحیح صحیح بتاؤ تم خوش ہو؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" اقصیٰ نے الٹا اسی سے سوال کیا۔

"میرا جہاں تک خیال ہے پہلی والی پچویشن بھی نہیں' اگر تم خوش نہیں تو ناخوش بھی نہیں لگ رہیں۔"

"ہوں۔" عنبرین کی بات پر وہ مسکرا دی۔ "صحیح کہہ رہی ہو' میری ایک ہاں سے میری ماں کے چہرے پر جو رونق آئی ہے اس کے بعد مجھے کوئی افسوس نہیں رہا' میں نے سب اپنی قسمت پر چھوڑ دیا ہے' یہ فیصلہ امی کا فیصلہ ہے' اس میں ان کی دعائیں شامل ہیں' بس۔" وہ کندھے اچکا کر بولی۔

"اللہ اپنے بندے کے ساتھ کبھی برا نہیں کر سکتا اور ثناء جس قدر محبت سے لے جا رہی ہیں' قسم سے مجھے تم پر رشک آتا ہے اور ہارون بھائی کو دیکھ کر تو سارا افسوس ختم

www.pkdigest.com

ہو گیا، کتنی شاندار پرسنالٹی ہے ان کی۔ بس میری یہ دعا ہے جس محبت کی تم حق دار ہو وہ تمہیں ضرور ملے۔"
اس کی دعا پر وہ مسکرادی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے ماضی کی راکھ کو دل سے کھرچ کر خوش حال مستقبل کی دعا کرتے ہوئے نکاح نامے پر سائن کیے تھے۔ لیکن جانے پھر بھی کیوں کتنے ہی آنسو آنکھوں سے گرے تھے۔

ثناء نے کسی قسم کے جہیز سے منع کر دیا تھا، لیکن روبینہ بیگم نے پھر بھی اپنی توفیق کے مطابق کافی دیا تھا، وہ پتا نہیں کب سے اس کے لیے جمع کر رہی تھیں، وہ تو اتنا کچھ دیکھ کر حیران تھی۔

عنبرین بار بار اس سے کہہ رہی تھی وہ بہت خوب صورت لگ رہی ہے، لیکن اس کا آئینہ دیکھنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ اسے اسٹیج پر لے جایا گیا اور کچھ دیر بعد رخصتی کا شور اٹھا تھا۔ وہ جو بالکل ساکت تھی ماں کے گلے لگتے ہی وہ سکتہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اتنا روئی تھی کہ ثناء کو آگے بڑھ کر اسے الگ کرنا پڑا تھا۔ سارا راستہ ثناء نے اس کا ہاتھ تھامے رکھا تھا جو اس کے لیے تقویت کا باعث تھا، ورنہ جس سے اتنا مضبوط رشتہ جڑا تھا اس کی تو اس نے آواز بھی نہیں سنی تھی۔

گھر پہنچتے ہی مختلف رسموں سے اس کا استقبال ہوا تھا۔ ہر رسم میں اس کے لیے چاہت تھی، کچھ دیر فوٹو شوٹ ہوا، پھر ثناء اسے کمرے میں چھوڑ گئیں۔ گھر میں ابھی بھی کچھ مہمان موجود تھے۔ وہ ہارون کو ڈھونڈتی ہوئی لاؤنج میں آئیں، جہاں حمیرا، رمشا کی گورنس کھانا کھا رہی تھی۔

"تم یہاں ہو، رمشا کے پاس کون ہے۔" رمشا کے سلسلے میں لاپروائی پر اسے غصہ آگیا تھا۔

"جی وہ ہارون بھائی، رمشا کے ساتھ ہیں۔" یہ سن کر ان کے اعصاب اور تن گئے تھے۔ دروازہ کھولتے ہی ان کی پہلی نظر ہارون پر پڑی تھی، جو رمشا کو سینے پر لٹائے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ ثناء کا دل چاہا اپنا سر دیوار پر دے ماریں۔

"ہارون!" ان کی پکار میں واضح طور پر غصہ جھلک رہا تھا۔ ہارون نے صرف آنکھیں کھولنے پر اکتفا کیا، مجبوراً انہیں خود بیڈ تک آنا پڑا۔

"ہارون! تم اسے نکاح کرکے لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس کے حقوق ہیں تم پر، اس کو یوں نظر انداز کرکے تم اس کے اور اللہ کے دونوں کے گناہ گار بن رہے ہو۔ اپنے لیے نہ سہی رمشا کے لیے اس سے تعاون کرو۔ اگر تم اس کا خیال نہیں کرو گے تو وہ کیسے رمشا کو اپنا سکے گی۔" اب کی بار اس نے آنکھیں کھول کر ثناء کو دیکھا۔

"تم رمشا کی فکر نہ کرو، میں رمشا کے ساتھ سوؤں گی، آج تمہارا اقصیٰ کے ساتھ ہونا ضروری ہے، کل بے شک رمشا کو پاس سلا لینا۔" ثناء نے سوئی ہوئی رمشا کو گود میں اٹھالیا تو وہ چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

"رکو ہارون!" وہ دروازے کے پاس پہنچا تھا، جب ثناء کی آواز پر رک گیا۔ "یہ اقصیٰ کو دے دینا اپنی طرف سے اور پلیز اس کے ساتھ اچھی طرح بات کرنا۔" یہ کہتے ہوئے ثناء کا لہجہ کافی ملتجی تھا۔ وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا وہ بیڈ پر سر جھکائے ساکت بیٹھی تھی۔ اس کے داخل ہونے پر بھی اس کے ساکت وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔

"السلام علیکم!" اس کے سلام کے جواب میں کوئی آواز نہیں آئی تو وہ بیڈ کے قریب کھڑا سامنے دیوار کو دیکھتا اور سوچتا رہا کہ بات کیسے شروع کرے۔

"میں آپ سے جو بات کرنے لگا ہوں۔ آپ مجھے غلط مت سمجھیے گا۔ میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بات یہ نہیں کہ کمی آپ میں ہے، بات صرف اتنی ہے کہ میں کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ شادی میں نے صرف ثناء اور خاص طور پر رمشا اپنی بیٹی کے لیے کی ہے۔ اب جب آپ میرے نکاح میں ہیں تو اس حق سے آپ یہاں ہر چیز کی مالک ہیں، آپ کو یہاں کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔ آپ کو یہاں رمشا کے لیے لایا گیا ہے۔ اگر آپ رمشا کو صحیح معنوں میں پیار دیں گی تو میں آپ کا احسان مند رہوں گا اور جہاں تک میری بات ہے میں آپ کو بتا چکا ہوں۔"

بات کے اختتام پر جب مسلسل خاموشی چھائی رہی تو اس نے نظریں گھما کر دائیں طرف دیکھا، وہ اب بھی ویسے ہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ اس کے چہرے کے تاثرات تو دور کی بات چہرہ بھی دیکھ نہیں پایا۔ اس نے ایک پل اس کے بولنے کا انتظار کیا۔ لیکن جب دوسری طرف سے کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا کنگن کا باکس

اس کے آگے رکھ دیا۔

"یہ آپ کے لیے۔" رکھ کر وہ سیدھا ہوا ابھی مڑا ہی تھا جب اس نے اس کی آواز سنی۔

"مجھے چینج کرنا ہے۔" ایسے لگا جیسے خاموشی میں سریلی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔ ساتھ ہی چوڑیوں کی چھن چھن پورے کمرے میں گونج اٹھی۔ اس نے مڑ کر دیکھا، وہ بھاری دوپٹہ اور لہنگا سنبھالتی بیڈ سے اتر رہی تھی۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھڑی ہوئی اور سر اٹھا کر اسے دیکھا، اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے سر جھکا لیا۔ واش روم کی طرف اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ وہ ہوا کے سبک جھونکے کی طرح اس کے قریب سے گزری تھی۔ اس کے ایک ایک قدم کے ساتھ ہارون کی نظریں تھیں۔ جب ڈریسنگ روم میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا تو وہ جیسے چونک کر ہوش میں آیا۔

جب ثناء اسے یہاں بٹھا کر گئی تھی تو اس کا دل آنے والے لمحوں کے خیال سے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ لیکن ہر گزرتے پل کے ساتھ دھڑکن مدھم ہوتی جا رہی تھی۔

کتنے ہی پل گزر گئے اور دل جیسے دھڑک دھڑک کے تھک گیا اور پھر دروازہ کھلا تھا، تب ہر طرف خاموشی چھا چکی تھی۔ اس نے آکر سلام کیا تھا لیکن وہ کوشش کے باوجود کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اور پھر وہ بولتا گیا وہ سنتی رہی۔ سب کچھ سن کر اسے جھٹکا لگنا چاہیے تھا۔ لیکن اسے لگ رہا تھا اس میں سوچنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے، وہ کہہ رہا تھا، اسے شادی کی ضرورت نہیں تھی۔ دوسرے معنوں میں اسے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا، وہ تو محبت کر چکا تھا۔ جس سے اس نے محبت کی تھی، جب اس نے اسے نہیں اپنایا تو وہ تو پھر اس سے محبت نہیں کرتا تھا، اسے یہاں کسی کی ماں بنا کر لایا گیا تھا، اب اسے کسی چیز کی حاجت نہیں رہی تھی، وہ بس وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی، اس کے اٹھنے پر پہلی بار اس نے اسے دیکھا تھا اور اس نے واضح طور پر اسے چونکتے دیکھا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کیوں، وہ بھاری قدموں کے ساتھ اس کے بتائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ بند کرتے ہی اس کی پہلی نظر سامنے دیوار گیر آئینے پر پڑی۔ جہاں اس کا عکس بہت واضح تھا۔ وہ اسی عکس کے زیر اثر چلتی ہوئی دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ اتنی خوب صورت لگ رہی تھی کہ اس کی خود پر سے نظر نہیں ہٹ رہی تھی۔ عنبرین نے اسے کہا تھا کہ اس پر بہت روپ آیا ہے، لیکن اس نے خود کو دیکھا بھی نہیں تھا، لیکن اب وہ خود کو دیکھ کر چونک اٹھی تھی۔ اور اپنے چونکنے پر اسے کسی اور کا چونکنا بھی یاد آیا تھا۔

"کیا اس کے چونکنے کی وجہ بھی میرا روپ تھا۔"

"نہیں۔" اس کا سر خود ہی نفی میں ہلا۔ اس نے گہرا سانس لے کر خود پر سے نظریں ہٹالیں۔ سب سے پہلے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چوڑیاں اتاری تھیں۔ ٹیکہ، جھومر، ہر اترتی چیز کے ساتھ یادوں اور باتوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ وہ بہت آہستگی سے کام کر رہی تھی، جانتی تھی، باہر کسی کو اس کا انتظار نہیں۔ اگر آج باہر بیٹھے شخص کی جگہ خضر ہوتا تو...

اس خیال کے آتے ہی جانے کہاں سے دو آنسو گالوں پر ڈھلک گئے۔

"امی، بھابھی اور بھائی نے سوچا محلوں میں راج کروں گی۔ ہاں یہ گھر محل ہی تو ہے، یہاں دنیا کی نعمت موجود ہے جو عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔" اس نے اردگرد نظریں گھما کر دیکھا۔ "لیکن اس محل کے اندر میں ایک ایسی شہزادی ہوں، جس کے جسم میں دوسروں کی خواہشوں کی سوئیاں چبھو دی گئی ہیں، جسے اب کوئی شہزادہ آکر نہیں نکال سکتا۔" اس کا چہرہ آنسوؤں سے مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔

کپڑے بدل کر کچھ دیر یونہی کھڑی وہ اپنے حواس بحال کرتی رہی، پھر اس نے سختی سے اپنے چہرے پر آئے آنسوؤں کو صاف کیا تھا، اپنی ہر خواہش، چاہت کو دل کے قبرستان میں دفن کر دیا تھا اور اب وہ صرف حکم کی غلام تھی۔

باہر نکلتے ہی اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ اس کا خیال تھا یا تو وہ سو چکا ہو گا یا باہر جا چکا ہو گا۔ لیکن وہ تو اس کا منتظر تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں نے سوچا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔"

وہ اس سے پوچھ رہا تھا، اس کا سر نفی میں ہلا تھا۔ وہ تکیہ اٹھا کر صوفے کے قریب آگیا۔ "آپ بیڈ پر آرام سے سو جائیں۔" اقصیٰ نے صوفے کو دیکھ کر اس کا قد دیکھا۔ اتنے لمبے قد کے ساتھ اس صوفے میں سمانا اس کے لیے آسان نہ تھا۔ ویسے بھی بیڈ پر بھی اسے نیند کہاں آئی تھی۔ وہ بیڈ پر جانے کے بجائے صوفے کے قریب آگئی۔

"میں یہاں ٹھیک رہوں گی۔" اس سے پہلے وہ مزید کچھ

www.pkdigest.com

کہتا' وہ صوفے پر بیٹھ گئی' اس کا قطعیت بھرا انداز دیکھ کر وہ بھی خاموشی سے بیڈ کی طرف چلا گیا۔ اگلے ہی پل کمرہ اندھیرے میں ڈوب گیا اور کچھ دیر بعد کمرے میں نیلگوں روشنی پھیل گئی۔ وہ آہستگی سے صوفے پر لیٹ گئی۔ کمرے کے ساتھ دل میں بھی مکمل خاموشی تھی' کمرے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک اور اے سی کی خنکی پھیلی تھی۔ دماغ کو اس نے ہر سوچ سے آزاد کر دیا تھا۔ اس لیے اندھیرا ہوتے ہی نیند غالب آنے لگی تھی۔

وہ جب بیڈ پر لیٹا تھا نیند آنکھ سے کوسوں دور تھی' یہ لڑکی جو اس کی بیوی کے روپ میں آج اس کے کمرے میں موجود تھی۔ اس کی سوچ کے بالکل برعکس تھی۔ اس کی اتنی بے مروتی پر بھی اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا تھا' کیوں؟ یہ سوال بار بار اس کے ذہن میں آ رہا تھا۔ وہ بالکل بھی اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا' لیکن مسلسل اسے ہی سوچ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

دروازے پر شاید دستک ہوئی تھی' جس نے اسے نیند سے بیدار کیا تھا۔ اس کی پہلی نظر بیڈ کی طرف گئی' جہاں پر اب کوئی نہیں تھا۔ اس نے بے دلی سے نظریں گھڑی کی طرف گھمائیں' صبح کے نو بج رہے تھے' وہ یونہی لیٹے لیٹے سارے کمرے کو دیکھنے لگی۔

بے حد خوب صورتی سے سجا کمرہ بھی اس میں کوئی احساس بیدار نہ کر سکا۔ نظریں چھت پر جھولتے فانوس پر جا رکیں' پھر خود تھک کر وہ اٹھ گئی۔ جب وہ واش روم سے نکلی ثناء کمرے کے وسط میں کھڑی تھیں' ان کی نظریں صوفے پر جمی تھیں' جبکہ چہرے پر سوچوں کا جال بچھا تھا۔ ان کی نظروں کے تعاقب میں اقصیٰ نے صوفے کی طرف دیکھا جہاں تکیہ اور چادر پڑی تھی۔ اس نے بے ساختہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔ آہٹ پر ثناء نے سامنے دیکھا' اقصیٰ سے نظریں ملنے پر وہ مسکرا دیں۔

"میں پہلے بھی آئی تھی' تم شاید سو رہی تھیں' ناشتا تیار ہے' ادھر منگوا لوں یا ڈرائنگ روم میں چلیں۔"

"جیسا آپ کہیں۔"

"بھئی میں کیا کہوں۔ تم اس گھر کی مالکن ہو' تم بتاؤ۔" اب کی بار وہ کچھ نہیں بولی تو ثناء اس کے قریب آ گئیں۔

"یہاں بیٹھو۔" ثناء نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھا لیا۔ "ویسے تو یہ پوچھنا اچھا نہیں لگتا' یہ تمہاری پرسنل لائف ہے' لیکن جو مجھے نظر آ رہا ہے اس معاملے میں اگر میں نے تم دونوں کے دماغ میں جو الجھنیں ہیں نہ دور کیں تو سب ختم ہو جائے گا۔"

ثناء کی اتنی لمبی تمہید کا مقصد اسے سمجھ آ رہا تھا۔

"ہارون نے کل تم سے کیا کہا؟" اقصیٰ نے نظریں اٹھا کر ثناء کی طرف دیکھا' وہ اس کے جواب کی منتظر تھیں۔

"کچھ بھی نہیں۔"

"جھوٹ مت بولو اقصیٰ!" وہ ڈپٹ کر بولیں' "تم شاید مجھے اپنی نند ہی سمجھو' لیکن میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن مانتی ہوں۔ تمہیں یہاں میں اپنی پسند سے لائی ہوں۔ تمہارے بارے میں' میں نے بہت سے دعوے کیے ہیں اور ان دعووں پر مجھے یقین بھی بہت ہے۔"

اور وہ خود بھی جانتی تھی' وہ یہاں صرف ثناء کی خواہش کی وجہ سے تھی۔

"بولو اقصیٰ!" ثناء نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا تو آنکھوں میں جمی برف پگھلنے لگی۔ آنسو ایک کے بعد ایک اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔

"انہوں نے کہا' انہیں شادی کی ضرورت نہیں تھی' وہ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔"

اور ثناء کا دل چاہا ہارون سامنے ہو تو ایک تھپڑ تو ضرور لگائے۔ اس کے اتنا سمجھانے کے باوجود مرغے کی وہی ایک ٹانگ۔

ثناء کو روتی ہوئی اقصیٰ پر بے تحاشا ترس آیا تھا' پھر بھی اقصیٰ نے ان سے کوئی شکایت' کوئی شکوہ نہیں کیا تھا۔ انہیں ایک بار پھر اپنے انتخاب پر ناز ہوا تھا۔

ثناء نے بہت پیار سے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

"پلیز اقصیٰ! تم ہارون کی باتوں کو دل پر مت لینا' دراصل ہارون کے ساتھ جو پہلے ہوا وہ اب تک اس صدمے کے زیر اثر ہے۔ ہارون کی جس سے شادی ہوئی تھی اس نے ہارون کے اعتماد کو دھوکا دیا' رمشا تین ماہ کی تھی جب وہ اسے گھر کے دروازے کے آگے لاوارثوں کی طرح چھوڑ گئی' ہماری کام والی آئی تو دیکھا کہ ایک بچہ باہر پڑا ہے' وہ بچے کو اٹھا کر اندر لے آئی' ابھی ہم یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ کس کا بچہ ہے' ناز کا فون آیا کہ وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتی ہے۔ ہارون کا بچہ اس کے لیے بوجھ

ہے۔ لہٰذا یہ بوجھ وہ خود اٹھائے۔ ہمارے لیے وہ بوجھ تو نہیں تھی۔ ہارون کی تو وہ جان ہے' لیکن یہ خیال آج بھی لرزا جاتا ہے کہ اتنی سی جان' خدانخواستہ اگر باہر سے کوئی جانور اٹھا لیتا یا کاٹ لیتا تو؟"

ثناء کے ساتھ اقصیٰ نے بھی بے ساختہ جھرجھری لی تھی۔

"تب سے ہارون ایسا ہو گیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے وہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے تم پسند نہیں۔ تم تو اتنی پیاری ہو کہ کوئی بھی تم سے محبت کرنے لگے اور مجھے یقین ہے ہارون بھی تم سے محبت کرنے لگے گا۔ بس تمہیں تھوڑی محبت اور صبر سے کام لینا ہو گا۔ میں یہ سب تمہیں شادی سے پہلے بتانا چاہتی تھی' لیکن حالات کچھ ایسے رہے کہ مجھے بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا' میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہارون جیسا لاتعلق نظر آتا ہے ویسا ہے نہیں۔ وہ بہت حساس اور محبت کرنے والا ہے' اسے جلد ہی تمہاری خوبیوں کا اندازہ ہو جائے گا' پھر دیکھنا تمہیں اتنی محبت ملے گی تم خود بھی حیران رہ جاؤ گی۔" تبھی اریج بچی کو اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ رونے کی آواز پر دونوں نے چونک کر دیکھا تھا۔

"ماما! دیکھیں رمشا رو رہی ہے۔" ثناء نے فوراً اسے گود میں لے لیا۔

"رمشا میری جان!" وہ اسے سینے سے لگائے پچکارنے لگیں۔ جبکہ اریج مسلسل اقصیٰ کو دیکھے جا رہی تھی۔ اقصیٰ مسلسل اس کے دیکھنے پر مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ نے جیسے اسے حوصلہ دیا تھا۔

"ٹیچر اب آپ یہاں رہیں گی؟" اس کی بات پر ثناء کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"بیٹا اب یہ آپ کی ٹیچر نہیں' مامی ہیں۔ رمشا کی مما ہیں؟" کہنے کے ساتھ اس نے رمشا کو اس کی طرف بڑھایا تھا اور اس نے بڑی احتیاط سے اس نازک وجود کو تھاما تھا۔ اس کومل وجود کی موہنی صورت دیکھ کر اس نے بے ساختہ اس کا منہ چوما۔ وہ تقریباً چھ ماہ کی صحت مند بچی تھی۔

"ارے اقصیٰ! یہ تمہیں دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔" ثناء کی پرجوش آواز پر اس نے مسکرا کر سامنے دیکھا تو نظریں سامنے دروازے میں کھڑے ہارون سے جا ٹکرائیں۔ نہ جانے کیوں اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"ماموں!" اسے دیکھ کر اریج بھاگتی ہوئی اس سے لپٹ گئی تو اس نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

"تو ہارون! دیکھو رمشا نے فوراً" اپنی ماں کو پہچان لیا۔" ثناء کا لہجہ خوشی کے ساتھ جتاتا ہوا بھی تھا۔ ہارون نے بغور اقصیٰ کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا' لیکن وہ بالکل بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی' وہ بس رمشا کو دیکھے جا رہی تھی جو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کے بالوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

ولیمہ کی تقریب فائیو اسٹار ہوٹل میں تھی' وہ مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ سب سے مل رہی تھی۔ اس نے کئی لوگوں کو اپنی قسمت پر رشک کرتے سنا تھا۔ جب انسان پر مشکل آتی ہے تو اس کے پاس دو راستے ہوتے ہیں یا تو ان کا ہمت سے مقابلہ کرے یا خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دے اور اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ سب کچھ اپنی قسمت پر چھوڑ دیا تھا۔ محبت اس کی قسمت میں نہیں تھی۔ اس نے اس معاملے میں ہار مان لی تھی۔ دنیا میں کتنے ہی لوگ تھے جو سمجھوتے کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں تو چلو ان میں سے ایک وہ بھی سہی اور جہاں تک رمشا کی بات تھی اسے اس کے لیے لایا گیا تھا اور جب سے اس نے رمشا کی پیدائش کی کہانی سنی تھی اور اسے دیکھا تھا' اس کے دل میں خود بخود اس کے لیے محبت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک عورت چاہے ماں ہو یا نہ ہو اس کے اندر ممتا تو اللہ نے شروع سے ہی رکھی ہوتی ہے۔ اور پھر اسے تو بچے ویسے بھی بہت اچھے لگتے تھے۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ کبھی رمشا کی سوتیلی ماں بن سکے گی۔

☼ ☼ ☼

"کوئی ماں اتنی ظالم کیسے ہو سکتی ہے؟" رمشا کے بارے میں سارے حالات سن کر عنبرین نے بے ساختہ افسوس سے کہا تھا۔

"میں تو خود حیران ہوں' تم رمشا کو دیکھو اتنی پیاری ہے کہ کوئی غیر بھی بے ساختہ اس کو پیار کرنے پر مجبور ہو جائے' وہ تو پھر اس کی اپنی سگی ماں تھی۔"

"ہوں!" عنبرین نے پرسوچ انداز میں سر ہلایا۔ "اچھا یہ بتاؤ' ثناء جی نے رمشا کی ماں کے متعلق کوئی اور بات نہیں بتائی۔ تم نے دیکھا اس عورت کو کیسی تھی؟"

www.pkdigest.com

"نہیں بس اتنا ہی کہا کہ اس نے ہم سب کو دھوکا دیا ہے' اور جہاں تک دیکھنے کی بات ہے میں صرف وہاں ایک دن رہی ہوں ولیمہ کے بعد میں ادھر آگئی تھی اور مسلسل پانچ دنوں سے یہیں ہوں۔"

"پانچ دن۔" عنبرین نے پانچ دن کو کافی لمبا کھینچا تھا۔ "لگتا ہے یہ پانچ دن پانچ صدیوں کی طرح بھاری محسوس ہو رہے ہیں' ہارون بھائی زیادہ یاد آرہے ہیں؟"

عنبرین کے کہنے پر وہ مسکرادی۔ اپنا درد چھپا کر مسکراہٹ چہرے پر رکھنا شروع سے ہی اس کی عادت تھی۔ جب یہ درد اس نے اپنی ماں کو نہیں بتایا تو عنبرین بے شک اس کی بہترین دوست اور رازداں تھی' لیکن کچھ باتیں صرف اپنے دل میں رکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔

"پھوپھو!" صارم نے تیسری دفعہ اندر جھانک کر اس کے ہونے کی تصدیق کی تھی۔ اس کی اس حرکت پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔

"صارم ادھر آؤ۔" اس کے پکارنے پر وہ پھر بھاگ گیا۔

"ہارون بھائی کا فون آیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیوں کیا' بس نہیں آیا۔" تب ہی موبائل کی بیل بجی تھی۔

ثناء کا فون تھا۔ حال احوال پوچھنے کے بعد وہ واپسی کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔

"جیسے آپ کہیں۔"

"لڑکی! ایک تو تم تابعدار بہت ہو۔" دوسری طرف سے ثناء کی مسکراتی ہوئی آواز پر وہ بھی مسکرادی۔

"چلو ٹھیک ہے میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔"

"باجی! رمشا کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے' تمہیں یاد کررہی ہے۔ ہارون کا نہیں پوچھو گی۔ جو سب سے زیادہ تمہیں مس کررہا ہے۔" دوسری طرف سے آتی آواز میں شرارت صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"ان کا کیا حال ہے؟"

"اتنا اچھا نہیں۔ تم خود آکر دیکھ لو۔" اب کے اس نے کوئی جواب نہیں دیا" چلو ٹھیک ہے تھوڑی دیر میں ملاقات ہوتی ہے۔"

ثناء نے بھی کچھ سوچ کر فون بند کردیا۔

☆ ☆ ☆

گھر میں سب ہارون کے منتظر تھے۔ لیکن جب صرف ڈرائیور آیا تو گھر والوں کے ساتھ اسے بھی برا لگا تھا' لیکن جلد ہی اس نے خود پر قابو پالیا۔ گھر پہنچی تو سب موجود تھے۔ سب سے پہلی نظر ہارون پر پڑی تھی جو رمشا کو گود میں لیے بیٹھا تھا۔ اسے سب سے پہلے ثناء نے دیکھا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی اٹھی اور اسے گلے لگالیا۔

"سوری اقصیٰ! مہمان آگئے تھے' اس لیے میں نہیں آسکی۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ابھی میں فون نہ کرتی تو تم نے آنا نہیں تھا۔" ثناء نے اس سے الگ ہو کر شکوہ کیا تھا۔ "تمہاری بیٹی تمہیں کتنا مس کررہی تھی' پتا ہے؟" ثناء کے کہنے پر اس کی نظریں رمشا تک گئیں' جو باپ کی قمیص کے بٹنوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔

رمشا سے نظریں ہارون کے چہرے تک گئیں' اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے فوراً" نظروں کا زاویہ بدلا تھا۔

شادی کے دو ہفتے گزرنے کے بعد بھی اس کے اور ہارون کے درمیان اجنبیت برقرار تھی۔ اس گھر میں صرف ثناء کا کردار ایسا تھا جس نے ان دونوں کو ساتھ باندھ رکھا تھا۔ ہاں البتہ رمشا کے ساتھ وہ بہت مانوس ہوگئی تھی۔ صبح ہارون آفس چلے جاتے اور وہ ثناء اور رمشا کے ساتھ بہت خوش رہتی۔ لیکن اس کی یہ خوشی زیادہ دن برقرار نہ رہ سکی۔

☆ ☆ ☆

"کیا ہوا؟" ثناء نے حیرت سے اس کی حیران پریشان شکل دیکھی۔

"آپ جارہی ہیں۔"

"جانا تو ہے نا مجھے یہاں رہتے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ ہوگیا ہے۔ یوسف منہ سے کچھ نہ کہیں لیکن انہیں غصہ تو آتا ہوگا اور اریج کی پڑھائی بھی ڈسٹرب ہو رہی ہے۔ پہلے مجھے ہر وقت ہارون اور رمشا کی فکر لگی رہتی تھی۔ لیکن اب تم آگئی ہو تو مجھے سکون ہے۔"

"لیکن باجی! میں اکیلے۔" گھبراہٹ کے مارے اس سے آگے بولا نہیں گیا' ثناء نے بے ساختہ اسے ساتھ لگالیا۔

"پگلی ہو تم۔ اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے۔ میں یہیں ہوں اور روز چکر لگاؤں گی۔ فون بھی کروں گی' لیکن ابھی تو مجھے اسلام آباد جانا ہے یوسف کی بہن مسقط سے آئی ہیں۔ اس لیے جانا ضروری ہے۔ ورنہ میں ابھی نہ جاتی اور تم ڈر کیوں رہی ہو۔ ہارون ابھی بھی تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں؟" ثناء نے کھوجتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑدیں تو وہ گڑبڑا گئی۔

"نہیں باجی! ایسی بات نہیں میں صرف۔۔۔ میرا مطلب ہے۔" اس کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیسے کہے۔

"مجھے پتا ہے تمہیں کیا پریشانی ہے' دراصل نئے گھر میں نئی روٹین کو سمجھنا ہر لڑکی کے لیے ذرا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ سب آسان ہوجاتا ہے۔ میں اگر مزید یہاں رہی تو تم بالکل کام سے جاؤ گی۔" کہہ کر دوبارہ چولہے کی طرف متوجہ ہوگئی۔ جہاں وہ ہارون کی فرمائش پر بریانی پکا رہی تھیں۔

"تمہیں شاید کچن میں بھی تھوڑا وقت دینا پڑے۔ دراصل کک چھٹی پر گیا ہے' عارضی طور پر ایک عورت رکھی ہے' لیکن ہارون کو اس کا پکایا ہوا کھانا پسند نہیں آیا۔"

وہ سر جھکائے اسے سن رہی تھی۔ ثناء نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور بے ساختہ اسے اس پر پیار آیا تھا۔

"اقصیٰ پلیز! اب یہ پریشانی ختم کرو اور جب میں آؤں تو تم بالکل اس گھر کی مالکن کے روپ میں نظر آؤ۔ ایک بہن ہونے کے ناتے میں تمہیں نصیحت کررہی ہوں تم ہارون کی طرف سے پیش قدمی کا انتظار نہ کرو' بلکہ خود باتیں کرکے فرینکنس پیدا کرنے کی کوشش کرو۔" ثناء کے گال تھپتھپانے پر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

ثناء کے ہوتے ہوئے اسے پتا ہی نہیں چلا کہ گھر میں کتنا کام ہے۔ اب بھی اسے صرف نگرانی کرنی تھی' کھانا پکانے والی کھانا پکا چکی تھی۔ صفائی والی صفائی کرچکی تھی۔ بس یہ کہ حمیرا' رمشا کی گورنس چھٹی پر چلی گئی تھی۔ رمشا کو نہلانے کے بعد اس نے دودھ دیا تھا۔ اس کو سلاتے سلاتے خود اس کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ پاس رکھے موبائل کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ نمبر دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔" اس کے سلام کے جواب میں ہارون کی آواز آئی تھی۔ "میں کب سے فون کررہا تھا۔"

"کہاں۔" وہ حیران ہوئی فون تو اس کے پاس تھا۔

"لینڈلائن پر۔ اور سب کہاں ہیں؟"

"رشیدہ اپنے کوارٹر میں گئی ہے اور حمیرا کی امی کی طبیعت خراب تھی تو وہ اپنے گاؤں چلی گئی۔"

"واٹ؟ کس سے پوچھ کر؟" دوسری طرف سے اس کی غصیلی آواز پر وہ گھبرا گئی۔

"سوری' وہ بہت پریشان تھی' رو رہی تھی تو میں نے۔" وہ پریشانی سے ہونٹ چبانے لگی۔

"رمشا کہاں ہے؟"

"وہ سو رہی ہے۔" اس کے مسلسل غصیلے انداز پر اس کی آواز رندھ گئی۔

"حد ہوتی ہے لاپروائی کی۔" پتا نہیں اس نے کے کہا تھا' ساتھ ہی فون کھٹ سے بند ہوگیا۔

شادی کے دو ماہ کے عرصے میں اس نے پہلی بار ہارون کو غصے میں بولتے سنا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس سے غلطی کہاں ہوئی ہے۔ ساری نیند بھک سے اڑ گئی تھی۔ اس نے ایک نظر گہری نیند میں سوئی رمشا کو دیکھا اور کمرے سے باہر آگئی۔

وہ اپنے لیے چائے بنا رہی تھی' جب گیٹ کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے حیران ہو کر گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں چار بج رہے تھے۔ وہ کپ لے کر باہر آئی تو ہارون کو غیر متوقع طور پر وہاں دیکھ کر گھبرا گئی۔

"رمشا سو رہی ہے۔" وہ تیزی سے رمشا کے کمرے کی طرف بڑھا' جبکہ وہ ابھی تک کپ ہاتھ میں لیے ساکت کھڑی تھی' وہ باہر آگیا۔

"لاپروائی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ حمیرا کو چھٹی دینے سے پہلے آپ کو کم از کم مجھ سے پوچھ لینا چاہیے تھا یا آپ نے ضرورت محسوس نہیں کی۔"

وہ اس پر برس رہا تھا' جبکہ وہ سر جھکائے آنسو ضبط کررہی تھی۔

"اب کون رمشا کی کیئر کرے گا' ہر وقت مجھے اس کی فکر لگی رہے گی' میں آفس دیکھوں یا گھر' بولیں۔" آنسو اب پلکوں کی باڑ پھلانگ کر گالوں پر پھیل گئے تھے۔ اس کی مسلسل خاموشی پر وہ چڑ گیا۔

"میں آپ سے بات کررہا ہوں۔"

www.pkdigest.com

اس نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اونچا کیا تو اگلے ہی پل دھک سے رہ گیا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹ یک دم بھنچ گئے' اسے اچانک اپنے سخت رویے کا احساس ہوا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا وہ تیزی سے مڑی اور کمرے میں جا کر دروازہ بند کرلیا۔

کچھ دیر تک وہ کمرے میں بے چینی سے ٹہلتا رہا تھا۔ اسے خود بھی احساس تھا کہ اس طرح غصے سے بول کر اس نے غلط کیا ہے' لیکن وہ بھی کیا کرتا سارا دن اسے رمشا کا ہی خیال ستاتا رہا۔ آج پہلے دن وہ رمشا کو ثناء کے بغیر اکیلے چھوڑ کر آیا تھا اور فون کرنے پر جب اسے پتا چلا کہ حمیرا چلی گئی ہے' اس کی فکر دوچند ہو گئی' سارا غصہ اس نے اقصیٰ پر نکال دیا۔ لیکن اس کی وہ بھیگی آنکھیں بار بار اس کے تصور میں آکر اسے بے چین کررہی تھیں۔

اس نے سوچا تھا وہ کبھی اس کے بارے میں نہیں سوچے گا' لیکن وہ نہ صرف سوچ رہا تھا بلکہ اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ بہت مختلف لڑکی تھی۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس!" رشیدہ نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔

"صاحب جی! کھانا تیار ہے۔"

"ہوں' بیگم صاحبہ کو بھی بلا لو۔"

"جی!" جب وہ فریش ہو کر ڈائننگ روم میں آیا تو اقصیٰ وہاں پر نہیں تھی۔ وہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا' تب ہی رشیدہ' رمشا کو اٹھائے اندر داخل ہوئی۔

"صاحب جی! بی بی کہہ رہی ہیں انہیں بھوک نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے گہرا سانس لے کر پلیٹ اپنی طرف کھسکالی۔

"رمشا کو کیوں لے کر آئی ہو؟"

"وہ بی بی کہہ رہی تھیں رمشا بے بی کافی دیر سے اندر ہے۔ اسے باہر کی سیر کروالاؤ' میں ذرا لان کا چکر لگوا کر لاتی ہوں۔"

اس نے سر ہلا کر سالن پلیٹ میں ڈالا۔ مگر وہ ایک سے زیادہ نوالہ نہیں کھا سکا۔ کتنی دیر وہ ایسے ہی بیٹھا رہا' پھر وہ اٹھ ہی گیا۔ دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ سوچنے لگا' دستک دے یا نہیں' پھر کچھ سوچ کر اس نے بے حد آہستگی سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹی تھی۔ کھلے بال تھوڑے کمر پر اور کچھ بستر پر بکھرے تھے۔ ہارون نے کھنکار کر اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی' لیکن وہاں مطلق کوئی اثر نہیں ہوا' وہ چند قدموں کا فاصلہ طے کرکے بیڈ کے کنارے تک آگیا۔

"اقصیٰ!" اس کے پکارنے پر وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر حیرت سے اس کی آنکھیں مزید کھل گئیں' اس کے وہاں موجود ہونے کا یقین آتے ہی اس کا چہرہ بے ساختہ سرخ ہوا تھا۔ اس نے کن انکھیوں سے اپنے اردگرد کا جائزہ لے کر دوپٹے کی تلاش کی جو یقیناً" واش روم میں رہ گیا تھا۔

"آپ کھانا نہیں کھا رہیں؟" ہارون کے پوچھنے پر وہ کھڑی ہوئی اور بالکل غیر ارادی طور پر اس نے اپنے بالوں کو سینے پر گرالیا تھا۔ اس کی اس حرکت پر ہارون کے چہرے پر آنے والی مسکراہٹ بڑی بے ساختہ تھی۔

"مجھے بھوک نہیں۔"

"وہی تو پوچھ رہا ہوں کیوں؟ رشیدہ بتا رہی تھی آپ نے دوپہر کو بھی کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا۔"

اسے ہارون کے سامنے یوں کھڑے رہنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔ وہ بے چینی سے اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔

"اگر آپ میری شام والی بات سے ناراض ہیں تو آئی ایم سوری' صاحب! ابھی وہ روڈ ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا مطلب نہیں آپ میرا غصہ خود پر نکالیں' اگر آپ کو غصہ مجھ پر ہے تو مجھ پر نکالیں۔" اقصیٰ نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔ جو بڑی تفصیل سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"آپ چلیں' میں آتی ہوں۔" کہنے کے ساتھ وہ جھپاک سے واش روم میں داخل ہوئی تھی۔ ہارون کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔ آج اسے لگا تھا کتنے عرصے بعد وہ دل سے مسکرایا ہے۔

☆ ☆ ☆

رمشا کو سینے پر لٹائے اس کی پشت کو تھپتھپاتے ہوئے وہ پرسوچ انداز میں چھت کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ کبھی محبت نہیں کرے گی' لیکن اسے لگ رہا تھا اسے محبت ہو گئی ہے ہارون سے۔

"یا اللہ یہ ہم لڑکیوں کا دل اتنا نرم کیوں ہوتا ہے' ذرا سے التفات پر ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔" حالانکہ وہ جانتی تھی' جس سے اسے محبت ہوئی ہے وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔ لیکن دل پر کس کا زور چلتا ہے۔

ثناء نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ جیسا نظر آتا ہے ویسا نہیں ہے۔ بظاہر لاپروا' سخت نظر آتا تھا۔ لیکن اس کا دل کتنا حساس تھا۔ کل اپنے لیے اس نے ہارون کی آنکھوں میں جو پریشانی دیکھی تھی۔ اس نے اسے اندر تک شانت کردیا تھا۔ کتنا اچھا لگتا ہے جب آپ کی کوئی اتنی پروا کرے' آپ کے بغیر کھانا نہ کھا سکے۔

"کہیں ہارون کو بھی مجھ سے محبت تو نہیں ہو گئی۔" اس خیال نے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ سجادی تھی۔ اس نے کتنی دفعہ اسے خود کو دیکھتے پایا تھا۔

اس کے دیکھنے پر بعض دفعہ تو وہ نظریں چرالیتا اور بعض دفعہ دیکھتا رہتا' یہاں تک کہ اسے نظریں جھکانا پڑتیں۔ پر اسے آنکھوں کی یہ آنکھ مچولی اچھی لگتی تھی' اگر ان میں میاں' بیوی والی بے تکلفی نہیں تھی تو پہلے دن والی اجنبیت بھی نہیں تھی۔ وہ لوگ اب ایک دوسرے سے بات کرلیتے تھے۔ لیکن رمشا کے معاملے میں شاید وہ ابھی بھی بہت محتاط تھا۔ اس نے اکثر اسے خود پر نظر رکھتے دیکھا تھا' جب وہ اور رمشا اکیلے ہوتے' لیکن اس کا دل تو صاف تھا۔ اگرچہ وہ ہارون کے حوالے سے اس گھر میں آئی تھی۔ لیکن ہارون سے پہلے اس نے رمشا کو دل سے قبول کیا تھا۔ دلوں کے بھید اللہ جانتا ہے' اس کی نیت صاف تھی' اس لیے اسے یقین تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال ہے۔

اقصیٰ چمچہ اس کے منہ کے پاس لے کر جاتی تو وہ ہاتھ مار کر اسے گرانے کی کوشش کرتی تو وہ فوراً" پیچھے کرلیتی اور رمشا کھلکھلا کر ہنس پڑتی۔ وہ کھا کم اور کھیل زیادہ رہی تھی۔ اقصیٰ نے باؤل اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیا اور رمشا کو صوفے سے اٹھا کر گود میں بٹھالیا۔

"شیطانی' ممّا سے شیطانی۔ ہوں۔" وہ اسے گدگدانے لگی تو وہ اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی' اس کے ساتھ وہ بھی ہنس رہی تھی اور وہ جو آفس کے لیے تیار ہو کر نکل رہا تھا ہنسی کی آواز سن کر وہیں رک گیا' اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ سامنے کا منظر کتنا خوب صورت اور بھرپور تھا' وہ بے اختیار مسکرایا۔

"گڈ مارننگ۔" ہارون کی آواز پر اس نے چونک کر سامنے دیکھا۔

"گڈ مارننگ!" جواب دے کر وہ رمشا کو گود میں اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے قریب آکر رمشا کو اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

"مائی لٹل اینجل! پاپا آفس جارہے ہیں۔ پاپا کو بائے نہیں بولنا۔" وہ اس کا منہ چوم رہا تھا' رمشا نے رونا شروع کردیا' وہ اقصیٰ کی طرف بازو پھیلا کر اسے گود میں اٹھانے کو کہہ رہی تھی۔ ہارون نے حیرت سے رمشا کو دیکھ کر اقصیٰ کو دیکھا۔ "کچھ تو جادو ہے تم میں۔" وہ ہلکے سے گنگنایا' اقصیٰ نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"ناشتا لگ گیا ہے۔"

"ٹائم نہیں ابھی۔" ہارون نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "آج آفس میں بہت ضروری میٹنگ ہے' ہو سکتا ہے مجھے دیر ہو جائے۔ رمشا کا خیال رکھنا' اگر کوئی بات ہو تو مجھے فون کردینا۔"

وہ اسے تاکید کررہا تھا اور وہ جانتی تھی' در پردہ اسے رمشا کی فکر ہے' وہ مڑا تو وہ بے ساختہ اسے پکار اٹھی۔

"سنیے۔" اور تین ماہ میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس نے خود سے اسے مخاطب کیا تھا تو اس کا حیران ہونا لازمی امر تھا' وہ ہنا چونک کے اسے دیکھنے لگا۔

"میں جانتی ہوں آپ رمشا کے حوالے سے ایزی فیل نہیں کرتے۔ لیکن اتنے دنوں میں آپ کو میرے بارے میں کچھ تو اندازہ ہو گیا ہو گا۔ آپ شاید مجھے رمشا کی ماں نہیں سمجھتے' لیکن میں رمشا کو اپنی بیٹی مانتی ہوں۔ آپ رمشا کے لیے حمیرا پر جو ایک غیر عورت ہے' اعتبار کرسکتے ہیں تو کیا میں اس قدر بے اعتبار ہوں کہ آپ کو بار بار یاد کروانا پڑتا ہے کہ میں رمشا کا خیال رکھوں۔"

اسے کتنے دنوں کا غصہ تھا جو آج اس نے ظاہر کردیا تھا۔ ہارون کتنی دیر حیرت سے اسے دیکھتا رہا جو اسے نہیں بلکہ اس کے قدموں کو دیکھ رہی تھی' اس کے چہرے پر بڑی خوب صورت مسکراہٹ تھی' جسے اگر اقصیٰ دیکھ لیتی تو سارے شکوے بھول جاتی۔

"سوری۔ میں نے ایک بار پھر آپ کو ہرٹ کردیا۔ بلیو می' میرا یہ مطلب بالکل نہیں تھا۔ میرے کہنے یا نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ رمشا تو آپ کو مما مانتی ہے۔ چلو باقی لڑائی آکر کرلیں گے۔"

ہارون کے کہنے پر اس کی ہنسی نکل گئی تھی۔ وہ ایک دم پلٹا تو اس نے فوراً" مسکراہٹ کو سمیٹا تھا۔

☆ ☆ ☆

"رات کو ثناء کا فون آیا تھا۔ آپ سے بات کرنا چاہتی

www.pkdigest.com

تھیں' میں نے کہا آپ سو رہی ہیں اب ان سے بات کر لینا' او کے بائے۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

تو اس نے بڑے زور سے رمشا کا منہ چوما تھا۔ اتنی گرم جوشی پر وہ گھبرا کر رونے لگی تو اس نے دوبارہ اسے گدگدانا شروع کر دیا۔

"کھانا کس نے بنایا ہے؟" ہارون نے پہلا نوالہ کھاتے ہی سوال کیا تھا۔

"کیا ہوا؟ اچھا نہیں بنا؟" اس نے پریشانی سے ہارون کو دیکھا۔

"بنایا کس نے ہے؟" اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرا لیا۔

"میں نے۔" اس نے سر جھکا کر ایسے کہا جیسے کوئی بہت بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہو۔

"بہت اچھا بنا ہے۔ کافی دنوں بعد اتنا اچھا کھانا کھایا ہے۔" ہارون کے کہنے پر اس نے کب سے روکی ہوئی سانس خارج کی تھی۔

"ہارون نے شرارت سے اسے دیکھا۔" آپ کیا سمجھی تھیں؟"

"یہی جو آپ نے کہا۔" اس کے جلے ہوئے انداز پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"کیا خیال ہے' کھانے کے بعد واک پر چلیں؟"

"ہوں' لیکن رمشا!"

"اسے بھی ساتھ لے چلتے ہیں۔"

"لیکن اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ موسم بھی چینج ہو رہا ہے' ٹھنڈ نہ لگ جائے۔" اس کے لہجے میں ماؤں والی تشویش تھی' جسے ہارون نے واضح محسوس کیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا' ہم دونوں ساتھ ہیں نا۔" اس نے پانی پیتے ہوئے بات ہی ختم کر دی۔

اقصیٰ نے کن اکھیوں سے اپنے ساتھ چلتے ہارون کو دیکھا' جو رمشا کو ساتھ لگائے اس کی زبان میں باتیں کر رہا تھا' جب وہ دیکھ رہی تھی تب ہی اس نے بھی اقصیٰ کی طرف دیکھا تھا' نظریں ملنے پر اس نے فوراً" نظریں گھمائی تھیں' جبکہ وہ مسکرا دیا تھا۔

"ثناء سے بات ہوئی تھی؟"

"جی' وہ کہہ رہی تھیں جلدی آئیں گی۔"

"ان کے بغیر بہت اداس ہو گئی ہو؟"

"جی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہم سے اچھی تو وہی ہیں۔" وہ زیر لب بولا۔

"جی!" اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا' وہ "کچھ نہیں" کہہ کر خاموش ہو گیا اور پھر کافی دیر تک ان کے درمیان خاموشی چھائی رہی' رمشا جو تھوڑا سا شور کر رہی تھی۔ وہ بھی سو گئی تھی' تھوڑا سا شور تب جاگتا' جب کوئی کار گزرتی' اسے یوں بولتی خاموشی سے الجھن ہو رہی تھی۔

"آپ کی میٹنگ کیسی رہی؟"

"اچھی رہی تمہاری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے؟" اس نے حیرت سے انگلی اپنے سینے پر رکھی۔

"ارے بابا' تم نے ڈانٹ کے مجھے بھیجا تھا' اس لیے میں نے دل لگا کر کام کیا۔ رمشا کے بارے میں بالکل نہیں سوچا' کیونکہ اس کی مما اس کے پاس تھی' بس رمشا کی مما کے بارے میں سوچتا رہا' ہاؤ کیوٹ شی از۔" اس کے کہنے پر اس کا چہرہ ایک دم لال ہوا۔ بالکل اچانک ہارون نے اس کا ہاتھ تھاما اور ایک کرنٹ سا تھا جو اس کے پورے جسم میں دوڑ گیا تھا۔ تب ہی رمشا زور سے کھانسی اور وہ دونوں جو ایک دوسرے میں گم ہونے لگے تھے' ایک دم چونکے۔ رمشا کے رونے سے وہ دونوں گھبرا گئے تھے' گھر آنے تک وہ دوبارہ سو گئی تھی۔

"رمشا کو ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔" اقصیٰ نے ہارون سے کہا جو رمشا کو ہی دیکھ رہا تھا۔ اقصیٰ کے کہنے پر اس نے گھڑی کی طرف دیکھا' جہاں رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ اس نے جھک کر رمشا کا ماتھا چھوا۔

"ابھی تو ٹھیک ہے' لیکن کچھ دیر پہلے پتا نہیں کیا ہوا تھا۔"

وہ پریشانی سے بولا۔ وہ کیا کہتی' وہ تو خود اس کی اچانک خراب ہونے والی طبیعت سے پریشان تھی۔

"آپ سو جائیں۔ صبح آپ کو آفس بھی جانا ہے۔ میں رمشا کے پاس ہوں۔" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر اسے کہنا پڑا۔

"میں ٹھیک ہوں اور رمشا بھی مجھے ٹھیک لگ رہی ہے' تم بھی سو جاؤ' بلکہ ایسا کرو رمشا کو لے کر میرے پاس آجاؤ۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ان جملوں کے کئی مطلب نکالتی' لیکن اس وقت وہ بے حد پریشان تھی۔

"نہیں رات کو وہ کئی دفعہ اٹھتی ہے۔ آپ ڈسٹرب ہوں گے' آپ جائیں میں ہوں رمشا کے پاس۔"

"ٹھیک ہے' لیکن تم سو جاؤ۔"
وہ کہہ کر چلا گیا تو وہ کتنی دیر تک اسے دیکھتی رہی' کچھ ہی عرصے میں وہ اسے کتنی عزیز ہو گئی تھی اسے لگتا تھا جیسے اسے اسی نے جنم دیا ہو۔ اس نے رمشا کی پیشانی چوم کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا' جب کسی عجیب سے احساس کے تحت اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ رمشا کی طرف بڑھا۔ اس نے جلدی سے سائیڈ ٹیبل کی لائٹ آن کی۔ اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

رمشا کا جسم کانپ رہا تھا' جبکہ ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اس نے رمشا کے ماتھے اور جسم کو چھوا تو بالکل ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اسے بالکل سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ کیا کرے' وہ ننگے پاؤں باہر کی طرف بھاگی تھی۔ اس نے دستک دیے بغیر دھڑ سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ جو بے خبر سو رہا تھا جھٹکے سے اٹھا' اندھیرے میں بھی اس نے اقصیٰ کو پہچان لیا تھا۔

"ہارون! وہ رمشا۔۔۔ پتا نہیں اسے کیا ہوا ہے۔"
اور اس کی طرح وہ بھی ننگے پاؤں بھاگا۔ رمشا کی حالت دیکھ کر وہ بھی گھبرا گیا تھا۔
"میں گاڑی نکالتا ہوں تم رمشا کو لے آؤ۔" جتنی دیر میں اس نے گاڑی نکالی وہ گیٹ لاک کر کے رمشا کو لے آئی تھی۔

صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ سڑک پر ٹریفک برائے نام تھا' سارا راستہ وہ قرآنی آیتیں پڑھ کر رمشا پر پھونکتی رہی تھی شکر تھا ڈاکٹرز ڈیوٹی پر موجود تھا۔ رمشا کو دیکھتے ہی انہوں نے اسے ICU میں شفٹ کر دیا۔ ڈاکٹرز کے بقول اسے نمونیہ کا سیریس اٹیک ہوا تھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بس اللہ سے اس کی زندگی مانگ رہی تھی' اسے اردگرد کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ ہارون کتنی بار اس کے پاس آیا' لیکن ہر بار اسے اللہ کے حضور دعا گو پایا۔ وہ اس کی سچی ممتا کا قائل ہو گیا۔

"اقصیٰ!" ہارون نے اس کا کندھا ہلایا تو اس نے بڑی مشکل سے اپنی سوجی ہوئی آنکھیں کھولیں۔
"رمشا!" اس نے ڈرتے ڈرتے رمشا کا پوچھا تھا۔
"وہ اب بہتر ہے۔" اور اس نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا تھا' ہارون اس کے قریب بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"تم تھوڑی دیر کے لیے گھر چلی جاؤ۔ ہم رات سے ادھر ہیں' اب دوپہر کے تین بج رہے ہیں' کتنے گھنٹے گزر گئے ہیں' میں نے ثناء کو فون کر دیا ہے۔ وہ راستے میں ہیں۔ کچھ دیر میں پہنچ جائیں گی۔ ڈرائیور باہر ہے' تم گھر چلی جاؤ۔"
"نہیں مجھے گھر میں سکون نہیں آئے گا۔"
"ضد مت کرو اقصیٰ! بارہ گھنٹے ہو گئے ہیں تمہیں یہاں' نہ تم نے کچھ کھایا ہے اور نہ تم سوئی ہو۔ رمشا ٹھیک ہے اب مگر تم بیمار ہو جاؤ گی اور میں تم دونوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

اقصیٰ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا' جس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ اظہار محبت سنا بھی تو کب' اس کی آنکھوں سے بڑی تیزی آنسو نکلے تھے' جنہیں ہارون نے بڑے پیار سے سمیٹ کر اس کے ہاتھ کو چوما تھا۔ وہ بے اختیار ہو کر اس کے سینے سے لگی تھی اور اب کی بار ہارون نے اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تمہاری بیٹی تو بہت بے وفا ہے' میں کچھ دنوں کے لیے دور کیا گئی' پھوپھو کو ہی بھول گئی۔ ماں کو چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔" ثناء نے اس کے قریب بیٹھتے ہی شکوہ کیا تو وہ مسکرا دیا۔
"کھانا کھایا اقصیٰ نے؟"
"تھوڑا سا کھایا ہے' کہہ رہی ہے بھوک نہیں۔"
"آپ نے زبردستی کھلانا تھا' اس نے کل بھی ٹھیک طرح سے نہیں کھایا۔" ثناء نے بغور ہارون کو دیکھا۔ "میں سمجھی' صرف رمشا بدلی ہے یہاں تو موصوف بھی بدلے بدلے نظر آتے ہیں۔"
"کیا مطلب؟" ہارون نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا۔
"مطلب یہ ہے کہ آپ کی باتوں میں ہی نہیں بلکہ آنکھوں میں بھی پیار نظر آرہا ہے۔"
"تو کیا نہیں ہونا چاہیے۔"
"ہونا چاہیے کیوں نہیں ہونا چاہیے' لیکن یہ اچانک کیسے؟"
ہارون نے گہرا سانس لیا۔ "یہ اچانک نہیں ہوا' بس سمجھنے میں دیر لگی۔"
"تم نے اقصیٰ کو اپنی فیلنگز بتائی ہیں یا ابھی بھی خود تک محدود ہیں۔"

"نہیں میری ہمت نہیں ہو رہی وہ خود ہی سمجھ جائے گی۔" بڑی بے بسی سے کہنے کے بعد اس نے لاپروائی سے آخری جملہ کہا تھا۔
"یہ ٹھیک ہے تمہارے عمل سے اسے پتا تو چل جائے گا کہ تم اسے پسند کرتے ہو' لیکن اظہار بہت ضروری ہے' تم نہیں جانتے اپنے شوہر کے منہ سے اپنے لیے محبت کا اظہار عورت کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے' تم اقصیٰ کے لیے جو سوچتے ہو اسے ضرور بتاؤ' یقین جانو تم اگر اسے محبت دو گے تو وہ اس سے زیادہ تمہیں محبت دے گی۔" ثناء کے کہنے پر وہ خاموش رہا تھا' لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں سے اتفاق کرتا ہے۔

☼ ☼ ☼

وہ کب سے صارم اور رمشا پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ رمشا ڈاکر میں تھی اور صارم جھولا دینے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے ڈر لگا تھا کہیں وہ گر نہ جائے۔
"صارم بیٹا! آرام سے۔ بہنا گر نہ جائے۔"
"اقصیٰ۔۔۔"
"جی امی!"
"تم خوش ہو؟"
وہ جو باہر دیکھ رہی تھی' چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔
"ایسا کیوں پوچھا آپ نے امی؟"
"اپنے دل کی تسلی کے لیے۔"
اقصیٰ نے بے اختیار ان کا ہاتھ تھاما تھا۔ "ایک اعتراف کرنا ہے امی! آپ سے شاید دوبارہ کبھی نہ کہہ سکوں' جب آپ نے ہارون کے ساتھ میری شادی طے کی تھی' میں بالکل خوش نہیں تھی' آپ جانتی ہیں کیوں؟ لیکن آپ کی رضا کو اللہ کی رضا جان کر میں نے ہارون سے شادی کی' اور یقین جانئے امی! میں اتنی خوش ہوں کہ اگر میں خضر سے شادی کرتی تو کبھی اتنی خوش نہ رہتی' جو ایک ملال تھا۔ وہ ہارون کو پا کر ختم ہو گیا ہے اور جانتی ہیں یہ سکون و اطمینان میری زندگی میں کیوں ہے' کیونکہ میں نے آپ کا کہنا مانا تھا۔"
وہ ہنسی تو روبینہ بیگم نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوما تھا۔
"تم یونہی سدا ہنستی رہو' تمہیں ہنستا دیکھ کر مجھے لگتا ہے میری عمر بڑھ رہی ہے۔"

موٹاپے سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری کی جڑ پیٹ کی خرابی ہے۔ موٹاپا اور پیٹ کا بڑھ جانا خواتین کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔
اسی طرح چہرے پر مہاسے' کیل' چھائیاں بھی پیٹ کی خرابی سے ہوتی ہیں۔
خواتین کے ان تمام مسائل کا حل
موٹاپا' پیٹ کا بڑھ جانا' معدے کی گرانی و تیزابیت۔
کیل مہاسے' چھپ' چھائیاں دور کرے
WAHID'S
JAUHAR-E-HAZIM®
واحد کا جوہر ہاضم®
قیمت =/80 روپے
کراچی | رحیم یار خان | لاہور
Cell: 0333-2338577
0314-2994207-05
Wahid WHL
Herble Lab Karachi-Pakistan

"اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر دے۔" وہ ان کے کندھے پر سر رکھ کر بولی۔

"امی! رمشا کی شکل مجھ سے ملتی ہے؟" اس نے اچانک سوال کیا تو روبینہ کی نظریں بے ساختہ صحن کی طرف اٹھیں، پھر وہ مسکرادیں۔

"یہ سوال کیوں کیا تم نے؟"

"عنبرین کہہ رہی تھی یہ بالکل تمہاری طرح لگتی ہے۔"

"ظاہر ہے تمہاری بیٹی جو ہے۔"

"وہ تو ہے۔" ان کے کہنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ صارم کے شور مچانے پر وہ سوچ رہی تھی کہ کون ہوگا' تب ہی ہارون کو آتا دیکھ کر وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی' وہ سلام کرتے ہوئے اندر داخل ہوا اور پیار لینے کے لیے روبینہ بیگم کے سامنے جھکا۔

"جیتے رہو' سدا خوش رہو۔" اچانک اس کی آمد نے ان کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے' جبکہ حیران وہ بھی تھی۔ اس نے اپنے آنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی' انہیں بٹھا کر روبینہ بیگم صائمہ کو ہارون کی آمد کا بتانے گئیں۔

"تم اتنی حیران کیوں ہو؟" ہارون نے مسکراہٹ ہونٹوں میں دباتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ آرہے ہیں۔"

"کیوں میں بغیر اطلاع کے نہیں آسکتا؟"

"نہیں ایسی بات نہیں۔" وہ گڑبڑا کر بولی۔

"رمشا تو یہاں بہت خوش لگ رہی ہے۔"

"ہوں' صارم کے ساتھ۔ بچے' بچوں کے ساتھ خوش رہتے ہیں۔" وہ رمشا کو دیکھتے ہوئے بولی تو ہارون نے بغور اسے دیکھا۔

"اچھا!" اس کی اچھا پر اقصیٰ نے نظریں گھما کر اسے دیکھا۔

"کیوں میں نے غلط کہا؟" اسے یونہی دیکھتا پا کر اسے لگا شاید اس نے غلط کہا ہے۔

"نہیں بالکل ٹھیک کہا۔ میں سوچ رہا ہوں مجھے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا۔"

اقصیٰ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں سمجھاؤں گا' لیکن گھر جاکر۔ میں تم دونوں کو لینے آیا ہوں۔"

"کیا؟" اس کی بات سن کر وہ چیخ اٹھی تھی۔ "میں آپ سے پوچھ کر آئی تھی کہ میں امی کے پاس دو' تین دن رہوں گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ رودینے کو تھی۔ ہارون نے جیسے اس کی کیفیت کا مزہ لیا۔

"بس اپنی فکر ہے' میرا کوئی خیال نہیں' میں اکیلا گھر پر کیا کروں گا۔"

"پہلے بھی تو آپ اکیلے رہے۔" وہ روٹھے لہجے میں بولی۔

"پہلے کی بات اور تھی' اب مجھ سے تمہارے بغیر رہا نہیں جاتا۔"

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی نبیل اور صائمہ اندر داخل ہوئے تھے تو بات ادھوری رہ گئی۔ وہ اٹھ کر کچن میں آگئی۔

"بھابھی! کھانے کا بہت شکریہ۔"

ہارون کے شکریہ ادا کرنے پر صائمہ بھابھی بے حد خوش ہوئی تھیں' ویسے بھی اتنا پر تکلف کھانا بنانے پر ان کا جتنا شکریہ ادا کیا جاتا ہے وہ کم ہوتا۔

"اچھا امی! اب اجازت دیں' چلیں۔" اس نے اقصیٰ سے کہا جو رمشا کو گود میں لیے منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

روبینہ نے ایک نظر اقصیٰ کے چہرے کو دیکھا۔ وہ جانتی تھیں' وہ رہنے کے ارادے سے آئی تھی اور وہ خود بھی چاہتی تھیں کہ اقصیٰ کچھ دن ان کے پاس رہے' لیکن داماد کی اتنی چاہ کو بھی وہ نظر انداز نہیں کرسکتی تھیں۔

"اقصیٰ! اٹھو بیٹا۔" ان کی آواز کے ساتھ آنکھوں میں بھی تنبیہہ تھی۔ وہ چپ چاپ کھڑی ہوگئی۔ گاڑی میں بیٹھنے تک اس کا موڈ آف تھا۔ ہارون نے مسکراتے ہوئے دو دفعہ اس کی طرف دیکھا' لیکن اس نے جو گردن سیدھی رکھی تھی وہ موڑی نہیں' ہارون نے اس کا ہاتھ پکڑا تو ایک پل کے لیے اسے جھٹکا لگا' لیکن دوسرے پل اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ کچھ دیر بعد پھر اس کا ہاتھ ہارون کی گرفت میں تھا' لیکن اس بار اس کی گرفت سخت تھی۔ وہ ہاتھ نہیں چھڑا سکی' تو اس نے اپنی کوشش ترک کردی۔ اب اس کا ہاتھ گیئر پر تھا اور اس کے ہاتھ کے اوپر ہارون کا ہاتھ تھا۔ ہارون نے بات کوئی نہیں کی تھی۔ وہ جتنا غصے میں تھی' وہ اتنا ہی مسکرا رہا تھا۔ سارے دن کی کھیلتی رمشا بھی تھک کر اس کی گود میں سو گئی تھی۔

گھر آنے پر وہ تیزی سے گاڑی سے اتری تھی۔ رمشا کو لٹا کر وہ خود ہاتھ لینے چلی گئی' جب وہ باہر نکلی رمشا بیڈ پر نہیں تھی' وہ دھک سے رہ گئی' وہ لاؤنج میں آگئی۔ ساری لائٹیں آف تھیں۔ وہ مزید پریشان ہوگئی۔ ہارون کے کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا تھا اور پھر ہینڈل گھما کر اندر آگئی۔ کمرے میں ایک کاٹ کا اضافہ ہوچکا تھا اور رمشا بڑے مزے سے سو رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا' تبھی اس کی نظر ہارون پر پڑی جو بڑی تفصیل سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"رمشا کو آپ یہاں لے کر آئے ہیں؟" اس کے پوچھنے پر ہارون نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ کو پتا ہے میں کتنا ڈر گئی تھی۔"

"اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے؟" اب اتنی سی بچی کہیں چل کر جا تو سکتی نہیں۔

"کہاں جارہی ہو؟" وہ مڑی تو ہارون نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں۔" اس نے حیران ہو کر بتایا۔

"میرے خیال میں تمہارا کمرہ یہ ہے۔" اب کی بار حیرت کے مارے وہ پوری کی پوری مڑ گئی۔ تب تک وہ اس کے قریب آچکا تھا۔

"تم رمشا کی وجہ سے اس کمرے میں سوتی تھیں' اب تو رمشا یہاں ہے۔"

وہ اب بھی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ہارون کو بے ساختہ اس پر پیار آیا تھا' اس نے ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اسے خود سے قریب کرلیا' اسے بیڈ پر بٹھا کر وہ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں کئی دنوں سے تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا' لیکن کہہ نہیں سکا' لیکن اب نئی زندگی کا آغاز کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے کوئی بدگمانی نہ ہو۔ تم جانتی ہو میں زندگی کے جس تلخ تجربے سے گزرا تھا' اس نے مجھے شادی سے بدظن کردیا تھا۔ ثناء کے مجبور کرنے پر میں نے شادی تو کرلی' لیکن تمہارے قریب نہ ہوسکا۔ میں نے پہلی بار تمہیں دلہن بنے دیکھا تو مجھے تم بہت اچھی لگیں' پھر تمہارا محبت کرنے والی عورت کا روپ دیکھ کر میرے دل میں تمہارے لیے محبت پیدا ہوگئی۔ میں آج پہلی اور آخری بار تم سے ناز کا ذکر کررہا ہوں۔ آئندہ اس کا نام بھی ہمارے درمیان نہیں آئے گا۔ وہ میرے ہوتے ہوئے کسی اور میں انٹرسٹڈ تھی۔ یہ مجھے بہت بعد میں پتا چلا شادی کے پانچ ماہ بعد ہماری شادی ختم ہوگئی۔" رمشا کے بارے میں مجھے تب پتا چلا جب وہ اسے باہر چھوڑ کر چلی گئی' اور کتنی دیر میں حیرت میں رہا۔ کوئی ماں ایسا بھی کرسکتی ہے تو تم خود سوچو ایک سگی ماں ایسا کرسکتی ہے تم تو سوتیلی بن کر آرہی تھیں اور سوتیلی ماں کا جو امیج صدیوں سے چلا آرہا ہے' وہی سب لوگوں کے ذہنوں میں آج بھی موجود ہے۔ حالانکہ ثناء تمہاری بہت تعریف کرتی تھیں' لیکن میرا دل مطمئن نہیں تھا۔ وہ تمہاری گرویدہ تھیں۔ آج میں سچ مچ تمہارا عاشق ہوگیا ہوں۔ تمہارا ظاہر جتنا خوب صورت ہے تمہارا باطن اس سے زیادہ خوب صورت ہے۔"

اور اقصیٰ کو لگا اس کی زندگی کی ساری تکلیفیں سارے دکھ اس ایک لمحے کی خوشی کے آگے ہار گئے ہیں' وہ بے اختیار ہو کر رو پڑی تھی۔

ہارون نے اس کا سر سینے سے لگالیا تھا۔

"میں جانتا ہوں اقصیٰ! میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے۔ لیکن اب میں تمہیں اتنی محبت دوں گا کہ تم سب بھول جاؤ گی اور اگر تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو تو مجھے معاف کردو' ویسے تو میں جانتا ہوں تمہارا دل بہت بڑا ہے۔"

ہارون نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے سامنے کیا۔

"پیار کرتی ہو مجھ سے؟" وہ اس پر جھکا پوچھ رہا تھا۔ وہ سر ہلا کر مسکرادی اور سر ایک بار پھر ہارون کے سینے پر رکھ دیا۔

"رمشا بچوں میں کافی خوش رہتی ہے۔ کیا خیال ہے اس کا کوئی بھائی یا بہن نہیں ہونی چاہیے؟"

اقصیٰ کا چہرہ یکدم سرخ ہوا تھا "ہارون!"

"کیا خیال ہے؟" وہ شرارت سے اس پر جھکا۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بولی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور کچھ دیر بعد وہ بھی اس کے ساتھ ہنس رہی تھی۔

www.pkdigest.com